الشرافة والكرامة في علم القرأة والكتابة

پڑھا لکھا اُمّی

— تصنیف لطیف —

عمدۃ المفسرین استاذ العلماء حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب مدظلہ العالی

ناشر

مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

خلیق

الشرافۃ والکرامۃ فی علم القرأۃ والکتابۃ

پڑھا لکھا اُمّی

از قلم

مناظرِ اسلام شیخ القرآن حضرت علامہ
محمد فیض احمد اویسی صاحب
(مدظلہ العالی)

باہتمام
صاحبزادہ عطاالرسول اویسی

ناشر

مکتبہ اویسیہ رضویہ جامع مسجد سیرانی
بہاولپور پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

دراصل یہ مسئلہ ایک عقیدہ کی فرع ہے ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزِ اوّل سے ہی نبی ہیں جو وصفِ نبوت سے اس وقت سے ہی موصوف تھے جبکہ سیدنا آدم علیہ السلام آب وگل کے درمیان میں تھے حدیث میں ہے عن العرباض بن ساریہ السلمی رضی اللہ عنہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول انی عند اللہ فی اوّل الکتاب بخاتم النبیّین وآدم لمنجدل فی طینتہ الخ
(مستدرک صفحہ ٦ ج ٢)

یعنی حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں لوحِ محفوظ میں تمام نبیوں خاتم لکھا گیا ہوں اس وقت آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں گندھ رہے تھے لیکن جونہی آپ نے عالم آب وگل میں قدم رکھا تو آپ نے اسی عالم آب وگل میں گذارنے والوں کی طرح زندگی بسر فرمائی۔ چالیس سال کے بعد اظہارِ نبوت فرمایا تو عموماً آپ عالم دنیا کے قوانین کے مطابق خود کو ظاہر فرماتے ہاں بوقت ضرورت اپنی حقیقت نوری پر بھی عمل فرماتے اس کی تشریح فقیر نے اپنی تصنیف "البشریۃ لتعلیم الامۃ" میں لکھ دی ہے اور مخالفین کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بالکل ہماری طرح ہیں۔ چالیس سال سے پہلے کچھ بھی خبر نہ تھی کہ وہ کیا ہیں کیا نہیں یہاں تک کہ ایمان۔ اسلام ونبوت وغیرہ کا بھی

علم نہ تھا قرآن پڑھ کر گمراہ کرتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ماکنت تدری ما الکتاب ولا الایمان (پ ٢٥)

تو نہ جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے۔

ایسے ہی جب جبرائیل علیہ السلام آپ کو نبوت کی اطلاع دینے آئے تو بھی گھبرا گئے اور بار بار فرماتے ما انا بقاریٔ۔ میں پڑھا ہوا نہیں (یہ غلط ترجمہ ہے) وغیرہ وغیرہ۔

یہی وجہ ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کو ہر مسئلہ میں بے خبر اور عاجز ومحتاج ثابت کرتے ہیں تاکہ ثابت ہو جائے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صرف اور صرف ہماری طرح عاجز اور بے بس بشر ہیں ان پر اللہ کا فضل ہو گیا کہ وہ نبی بن گئے اور ہم نبی نہ بنے اسی لیے انہیں مافوق البشر کی رٹ لگا کر گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ فقیر نے اس مختصر میں ثابت کیا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پڑھنا لکھنا سب کچھ جانتے تھے آپ کا نہ لکھنا اور نہ پڑھنا ظاہر کرنا مبنی پر حکمت تھا کبھی بطورِ معجزہ اُسے ظاہر بھی فرمایا۔ وہ بھی جب کفار اور اہل کتاب پر اپنی نبوت کی مکمل حجت قائم فرما دی۔

فقط والسلام

اویسی غفرلہٗ

بہاولپور۔ پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

احمدہ سبحانہ ان جعل ھذا النبی الکریم اکمل النبیّٖن شریعۃ واکثرھم معجزات، واجملھم خلقا وخلقا وافضلھم ذاتا واسماء وصفات وارفعھم لدیہ منزلۃ واعلاھم فی الدنیا والاٰخرۃ درجات اللّٰھم صل علیہ افضل صلوٰۃ واعمّھا وادومھا واعمھا صلوٰۃ تعدل جمیع الصلوٰت وعلیٰ آلہٖ واصحابہ الذین تشرفوا برؤیۃ ذاتہ الشریفۃ ومشاھدۃ معجزاتہ وسلم تسلیما۔

امابعد فقیر قادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ نے اوائل میں چند معجزات پر مشتمل ایک رسالہ[1] لکھا جو بہت مطبوع القلوب ہوا۔ دوبارہ اسے ایک مقدمہ[2] کے ساتھ لکھ کر شائع کیا وُہ بھی تھوڑے عرصہ میں عُشاق مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھوں ہاتھ لے لیا۔ اندریں دوراں ایک اعتراض کا جواب لکھا وہ یہ کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُمّی لقب تھے تو کیا واقعی آپ کو پڑھنا لکھنا نہیں آتا تھا یا اُمّی لقب ہو کر علوم کائنات کے حافظ و عالم تھے اور ان کے علم کے ساتھ انہیں پڑھ لکھ بھی لیتے تھے۔ اہل سنت قدماء و متاخرین اسی پر متفق ہیں۔ صرف وہابیوں کی ٹولی اور ان کی ذیلی ٹولیوں (دیوبندی مودودی کو انکار ہے ان کی تصریحات اور اعتراضات وجوابات اور اپنی تحقیقات کے اس مجموعہ کا نام تجویز کیا "پڑھا لکھا اُمّی"

وماتوفیقی الّا باللّٰہ العلی العظیم وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الکریم

۱۲ ج ۲ ۱۴۱۲ھ ۱۹ دسمبر ۱۹۹۱ء

---

[1] سچے نبی کے سچے معجزے [2] معجزے

مقدمہ

(۱) حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم براہِ راست اللہ تعالیٰ سے ہے آیاتِ قرآنیہ کے علاوہ احادیث مبارکہ کے بیشمار دلائل میں سے صرف ایک روایت صریح ملاحظہ ہو۔

عَنِ ابۡنِ مَسۡعُوۡدٍ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اَدَّبَنِیۡ رَبِّیۡ فَاَحۡسَنَ تَادِیۡبِیۡ

(جواہر البحار ص ۶۷۳/۴۹۷ ج ۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے پڑھایا اور بہترین تعلیم دی۔

فائدہ استاد و شاگرد کی قابلیت کے پیش نظر اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ حضور علیہ السلام لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے تو صاف کہنا ہے کہ اللہ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ دونوں علم نہیں پڑھائے تو ظاہر ہے کہ اللہ جل جلالہٗ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں خامی کا اظہار ہے یہ تصور ہمیں تو گوارہ نہیں اگر کوئی اس تصور پہ راضی ہے تو اس جیسا شوم قسمت اور کوئی نہ ہوگا۔

(۲) جن لوگوں نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پڑھنے لکھنے کی نفی کی ہے ان کا مقصد واحد وہی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو علم کلّی نہیں اپنے عقیدہ کو کھرا اور صحیح ثابت کرنے کے لیے یہ ایک جزئیہ کھڑا کر دیا حالانکہ یہ اس اصول کے خلاف ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر نقص و عیب سے پاک ہیں اور کوئی شے پڑھ لکھ نہ سکنا یہ عیب ہے کیونکہ پڑھا لکھا انسان ان پڑھ

جاہل انسان سے اعلیٰ اور باکمال سمجھا جاتا ہے عرف کو شرع میں بڑا دخل ہے تو جب عرف میں ان پڑھ پڑھے لکھے سے ناقص اور باعیب ہے تو کس کا جگر گردہ اجازت دیتا ہے کہ اکمل و اعلیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پڑھنے لکھنے کی نفی کر کے آپ میں عیب ونقص کا تصور جمائے ہاں اس کا عدم اظہار لاعلمی کی دلیل نہیں بن سکتا اس کے مختصر دلائل آئیں گے اور مفصل فقیر نے "لاعلمی میں علم" رسالہ میں عرض کر دیا ہے

(۳) نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر معاملہ عام بشر سے نرالا ہے آپ کا امی ہو کر پڑھنا لکھنا جاننا اسی نرالی شان میں سے ایک ہے اس کی کیفیت یوں سمجھئے کہ عام بشر آگے دیکھتا ہے اور بس لیکن حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیفیت یوں تھی کہ آپ آگے پیچھے برابر طور دیکھتے تھے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ تَرَوْنَ قِبْلَتِیْ هٰهُنَا فَوَاللّٰهِ مَا یَخْفٰی عَلَیَّ خُشُوْعُكُمْ وَلَا رُكُوْعُكُمْ اِنِّیْ لَاَرَاكُمْ وَرَاءَ ظَهْرِیْ (بخاری ج ۱ ص ۱۰۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ میرا قبلہ یہ ہے۔ خدا کی قسم مجھ پر تمہارا نہ خشوع پوشیدہ ہے نہ تمہارا رکوع۔ میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

فائدہ جیسے آپ کی اس نرالی شان سے ممتاز ہیں ایسے ہی تعلیمی نظام میں عام بشر سے ممتاز ہیں کہ ہر بشر پڑھنے لکھنے میں اسباب کا محتاج ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسباب کا محتاج نہیں بنایا بلکہ جملہ اسباب کو آپ کا محتاج بنایا ہے۔ اس لیے کہ آپ ہی رحمۃ للعالمین ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

(باب ۱)

علم کلی جس میں علم قرأت (پڑھ لینا) و علم کتابت (لکھ لینا) بھی شامل ہے۔ آیاتِ قرآنیہ ساتھ ملا کر چند حدیثی نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۱) عَنْ عَمْرِو بْنِ اَخْطَبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا (رواہ مسلم ج ۲ ص ۳۹۰)

حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ پھر حضور علیہ السلام منبر پر جلوہ فرما ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا۔ حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا تو اس خطبہ میں حضور نے ہمیں اس دنیا میں جو کچھ ہوا اور جو کچھ آئندہ ہوگا۔ سب کو خبر دے دی۔ تو ہم لوگوں میں سب سے بڑا عالم وہ شخص ہے جسے حضور کی بتائی ہوئی خبریں زیادہ یاد ہیں۔

فائدہ اس حدیث سے شارحین (عینی۔ فتح الباری) وغیرہما نے ثابت کیا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھوڑے عرصہ میں ما کان وما یکون بیان فرمانا معجزہ ہے اسی بیان میں شے کا لکھنا اور جاننا بھی شامل ہے ورنہ ما کان وما یکون کا بیان ادھورا ہوگا۔

قاعدہ اتقان للسیوطی و دیگر جملہ کتب اصول میں ہے لفظ ما عموم کے لیے آتا ہے۔ جس میں کوئی فرد بھی خارج نہیں ہوتا اور عقلی ڈھکوسلے اور قیاس گھوڑے اس میں کسی فرد کو خارج نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی اپنے قیاس اور عقلی ڈھکوسلے سے کسی فرد کو خارج کرتا ہے تو وہ گمراہ ہے۔

لکھی ہوئی شے کو پڑھنا اور پڑھی ہوئی شے کو لکھنا بھی ایک علم ہے۔ اسی لیے کتابت کا فن جاننے والے دوسرے عام پڑھے لکھے ہوئے لوگوں سے نمایاں

اور ممتاز سمجھے جاتے ہیں ایسے ہی تعلیم کے ماہرین دوسرے عام لوگوں سے اعلیٰ و اولیٰ ہوتے ہیں اس لیے ماننا پڑے گا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جملہ دیگر علوم کے پڑھنا لکھنا بھی عطا فرمایا۔ چنانچہ

(۲) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِشٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَأَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ قَالَ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْاَعْلٰی قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَھَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ

(رواہ الدارمی)

حضرت عبدالرحمٰن بن عائش سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ملائکہ کن اُمور میں سرگرمی سے گفتگو کر رہے ہیں۔ مَیں نے عرض کیا تو ہی خوب جانتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنا یدِ قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک مَیں نے اپنی دونوں چھاتیوں میں محسوس کی۔ بس مَیں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ (مشکوٰۃ، دارمی)

فائدہ لفظ ما عموم کے لیے آتا ہے جس میں شے کا کوئی فرد بھی خارج نہ ہو اور حدیث مذکور لفظ ما علمتُ کا مفعول بہ ہے اسی لیے لازماً ماننا پڑے گا کہ آپ نے پڑھنے اور لکھنے کا علم بھی جان لیا ورنہ لفظ عموم کا تقاضا پورا نہ ہوا۔

فائدہ پڑھا لکھا انسان اَن پڑھ اور نہ لکھنے والے انسان سے ممتاز اور اعلیٰ ہوتا ہے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ ہم تو پڑھ لکھ سکتے ہیں لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اَن پڑھ تھے (معاذ اللہ) تو خود کو نبی علیہ السلام سے ممتاز

ثابت کرنے کے مترادف ہے۔

(۳) بخاری شریف میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقاماً فاخبرنا عن بدأ الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم حفظ ذلک من حفظہ ونسیہ من نسیہ۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ہماری مجلس میں قیام فرما کر ابتداء آفرینش سے اہل جنت اور اہل نار کے اپنی اپنی منزلوں میں داخل ہونے کی خبر دی۔ جسے یاد رہا۔ یاد رہا اور جو بھول گیا۔ بھول گیا۔ بخاری شریف کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجلسِ صحابہ میں ابتداء آفرینش سے دخولِ جنت و نار تک ہونے والے جملہ وقائع و حوادث اور تمام حالات و مکنونات کی خبر دی۔

(۴) بخاری و مسلم میں حضرتِ حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاماً ما ترک شیئاً یکون فی مقامہ ذلک الیٰ قیام الساعۃ الا حدث بہ؛ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ہماری مجلس میں قیام فرمایا اور قیامت تک ہونے والی کوئی چیز نہ چھوڑی جن کا بیان نہ فرمایا ہو۔

بخاری و مسلم کی اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت تک ہونے والی ہر چیز کا بیان فرما دیا کوئی چیز چھوڑ نہ دی۔

(۵) مسلم شریف میں حضرتِ ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ زوی الارض فرأیت مشارقھا ومغاربھا یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین

کو سمیٹا پس میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھا۔ یعنی تمام زمین کو ملاحظہ فرمایا۔

مرقات المفاتیح میں اس حدیث کی شرح میں فرمایا معناہ ان الارض زویت لی جملتھا مرۃ واحدۃ فرئیت مشارقھا ومغاربھا یعنی میرے لیے تمام زمین یکبارگی سمیٹی گئی پس میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھا۔

(۶) مواہب لدنیہ میں طبرانی سے بروایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ھٰذہٖ اھ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے میرے لیے دنیا اٹھائی میں نے اس کو اور اس میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا ملاحظہ فرمایا جیسا اپنے اس کفِ دست کو۔

(۷) امام احمد و ترمذی نے ایک حدیث روایت کی اور اس کو حسن و صحیح بتایا۔ اور ترمذی نے کہا میں نے امام بخاری سے اس حدیث کو دریافت کیا انہوں نے فرمایا صحیح ہے اس حدیث میں ہے فتجلی لی کل شیئ و عرفت۔ پس مجھے ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔

فائدہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کی شرح میں لکھا کہ اس سے ہر قسم کے علوم کلی و جزوی مراد ہیں۔ لکھے ہوئے کو پڑھ لینا اور پڑھے ہوئے کو لکھ لینا بھی انہی علوم کے جزئیات میں سے ہے انہی احادیث کی روشنی میں ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جمیع اشیاء کے علوم عطا فرمائے اور کائنات کا کوئی ذرہ اور قیامت تک ہونے والا کوئی واقعہ ایسا نہ رہا جس کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم نہ دیا گیا ہو۔ اب جو شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

کے کسی علم کا انکار کرتا ہے وہ باطل پر ہے۔

ازالۂ وہم مخالفین کے پاس سوائے قیاسات اور عقلی ڈھکوسلوں کے کچھ نہیں اور وہ جو آیات و احادیث پیش کرتے ہیں ان میں علم ذاتی یعنی خود بخود جاننے کی نفی ہے۔ کسی میں تعلیم کی نفی نہیں۔ اور کسی ایک حدیث میں یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فلاں علم عطا فرمایا۔ چنانچہ علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض میں فرماتے ہیں ان المنفی علمہ من غیر واسطۃ واما اطلاعہ علیہ باعلام اللہ تعالیٰ فامر متحقق قال اللہ تعالیٰ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ یعنی نفی علم ذاتی کی گئی ہے اور ثبوت علم بتعلیم الٰہی کا ہے جو امر ثابت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ عالم غیب ہے اور اپنے غیب پر کسی کو ظاہر و مسلط نہیں کرتا مگر جس کو رسولوں میں سے چنے۔

فائدہ اس عبارت نے فیصلہ کر دیا کہ عبارت نفی میں علم ذاتی مراد ہے۔ اور عبارات اثبات میں علم عطائی۔ دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم عطائی کے انکار میں آیات و احادیث پیش کرنا مغالطہ اور تغلیط ہے۔

خلاصہ بحمد اللہ تعالےٰ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے علم غیب کلی کا مسئلہ خوب واضح و روشن اور دلائل و براہین سے مُوَضَّح و [illegible] ہو چکا۔ بیان مسطور بالا سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے لیے بتعلیم الٰہی غیب کے علم کا اثبات شرک نہیں اور جو چیز نصوص سے ثابت ہو کس طرح شرک ہو سکتی ہے۔ اس کو شرک کہنا کھلی ہوئی گمراہی ہے۔ شرک کہنے والا اس بات کا مدعی ہے کہ اللہ سبحانہٗ و تعالےٰ کا علم بھی معاذ اللہ

عطائی اور بتعلیم غیر ہے۔ ایسا کہے تو اثبات علم عطائی پر شرک کا حکم لگانا کذب و باطل اور جہالت وضلالت۔ تمام دنیا کے دیوبندی وہابی مل کر کوشش کریں تو بھی علم عطائی کو شرک ثابت نہیں کر سکتے۔

(باب ۲)

اس باب میں ان صریح روایات کا ذکر ہوگا جن میں واضح طور مذکور ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لکھنا اور پڑھنا آتا تھا بنا بر مصلحت اسے ظاہر نہیں فرمایا۔ بوقت ضرورت (بعد از پختگی اسلام) ظاہر بھی فرما دیتے تھے ان میں جو صحاح کی احادیث ہیں وہ محتمل ہیں تو ان کے احتمال کو غیر صحاح کی تائید نے حسن بنایا جیسے علم اصول حدیث کا قاعدہ ہے اور اس کی مختصر سی تحقیق۔

حدیث حدیبیہ

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے صلح نامہ کے شروع میں لکھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھٰذا ما صالح علیہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سہیل جو قریش کی طرف سے مختار معاہدہ تھا انہوں نے اعتراض کیا کہ واللہ اگر ہم لوگ یہ جانتے ہوتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ تو ہم آپ کو بیت اللہ سے نہ روکتے اور نہ آپ سے جنگ کرتے۔ آپ اس کے بجائے محمد بن عبداللہ لکھیئے۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لفظ رسول اللہ مٹا دو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں وہ شخص نہیں جو اسے مٹا دوں پھر اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس لفظ رسول اللہ کو خود مٹا کر لکھا۔ ھٰذا ما صالح محمد بن عبداللہ۔ یہ وہ تحریر ہے جس پر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن حضرت عبداللہ نے معاہدہ کیا۔ یہ روایت تفصیل طور آگے آئے گی کیونکہ مخالفین نے اس روایت میں کچھ گڑ بڑ کی ہے۔

تحقیق واستدلال

اس سے علماء کرام ومحدثین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ نے استدلال فرمایا ہے کہ حضور سرور کونین سید الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اخیر عمر شریف میں۔ نوشت وخواند سے واقف ہو گئے تھے۔ اس پر اعتراضات اور ان کے جوابات آئیں گے۔ یہاں ایک قاعدہ سمجھئے وہ ہے لاعلمی ہیں علم

علم ولاعلمی

محدثین کا مشہور قاعدہ ہے کہ بہت سے امور سے جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابتداء اسلام میں لاعلمی کا اظہار فرمایا (اگرچہ اس وقت علم تھا بھی لیکن بوجہ مصلحت نہ فرمایا تو بعد کو اسے صراحتہً یا اشارۃً یا کنایۃً ظاہر فرما دیا۔ مثلاً

(۱) لا تفضلونی علی یونس بن متیٰ (بخاری) مجھے نبی یونس بن متی علیہ السلام پر فضیلت نہ دو محدثین بلکہ جملہ عالم اسلام کا اتفاق ہے کہ آپ علی الاطلاق جملہ عالمین کے ہر فرد سے افضل ہیں اس حدیث شریف کی نفی فرمانے کا ایک جواب محدثین نے یہی دیا ہے کہ فضیلت کی نفی کی حدیث ابتدائی ہے۔

(۲) علم الساعۃ بلکہ علوم خمسہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وصال سے پہلے عطا فرما دیے (تصریحات "فقیر کے رسالہ" برء الساعۃ فی الساعۃ" میں ہیں۔

(۳) شب قدر کی تعیین اور جمعہ کی اجابت کی کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم تھا لیکن ظاہر نہیں فرمایا۔ اس طرح کی بے شمار مثالیں احادیث میں مذکور ہیں جو فقیر نے رسالہ "لاعلمی ہیں علم" میں لکھ دی ہیں

نوٹ:۔ مخالفین کہتے ہیں کہ علم کے ہوتے اظہار نہ کرنا جھوٹ ہے بلکہ بعض بدبختوں نے ایسے امور میں انبیاء علیہ السلام کے لیے "کھانے کے اور دکھلانے کی اور" اس جیسی مثالیں بھی فٹ کی ہیں بلکہ ایک ان کے استاد حرم مولوی

مکی حجازی نے درس حرم نامی کتاب میں ایسے واقعات کو ڈرامے کھیلنے سے تعبیر کیا ہے تفصیل فقیر نے اس رسالہ میں عرض کر دی. حالانکہ علم کے ہوتے لاعلمی کا اظہار مبنی بر رموز و اسرار ہوتی ہے مثلاً اللہ کے لیے کئی آیات و احادیث میں ایسی مثالیں ملتی ہیں ایسے ہی جبرئیل علیہ السلام کا حضور علیہ السلام کے حضور میں حاضر ہو کر "اسلام و ایمان و احسان" کا سوال کرنا ایسے ہی حضور علیہ کا صحابہ کرام سے کسی ایسے امور سے سوالات کرنا کہ جن کے متعلق لاعلمی کا وہم تک نہیں لیکن چونکہ ان میں حکمتیں ہوتیں اسی لیے سوال کرتے تو ایسے ہی پڑھ لکھ کر لینے کے باوجود اس کا عدم اظہار بھی مبنی بر حکمت تھا۔

قائلین کی فہرست

یہ فہرست خاصی طویل ہے فقیر چند ایک پر اکتفا کرتا ہے حضرت علامہ یوسف نبھانی قدس سرہٗ العزیز نے جواہر البحار ص ۲۷ ج میں لکھا کہ عمر بن شیبہ قدس سرہٗ نے اپنی تالیف کتاب الکتاب میں روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حدیبیہ کے دن اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا جب کہ اس سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لکھنا نہ جانتے تھے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے ہے کہ لکھنا نہ جاننے کے باوجود بر وقت لکھنا جان لیا اس کے بعد لکھا کہ حضور نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس کتابت کے معجزہ ہونے پر محدثین کرام کی پوری ایک جماعت قائل ہے۔ انہی میں سے (۱) حضرت ابو ذر ہروی. (۲) ابو الفتح نیشاپوری (۳) قاضی ابو الولید نجمی (۴) قاضی ابو جعفر سمنانی اصولی (۵) امام کشمیہنی (۶) امام المستملی (۷) حضرت امام شعبی روایت ما مات صلی اللہ علیہ وسلم حتی کتب وقرأ (وصال سے پہلے حضور لکھے پڑھے ہو چکے تھے) کہہ کر اس کی نہ صرف تصدیق کی بلکہ فرمایا سمعت اقواماً میں نے بھی عقیدہ

بہت بڑے (بیشمار) لوگوں سے سنا اس کے بعد فرمایا یہ آیت مذکورہ کے منافی بھی نہیں (روح المعانی) (۸) ائمہ مغاربہ (۹) انہی میں سے امام ابو الولید باجی رحمۃ اللہ ہیں۔ جنہوں نے اس موضوع پر کتاب لکھی جس کی تفصیل آئے گی (ان شاء اللہ) (۱۰) انہی امام باجی سے پہلے امام ابن منبہ بھی تصنیف فرما چکے تھے ان دونوں کا تعارف ہم آگے چل کر عرض کریں گے۔ (ان شاء اللہ) (۱۱) قاضی عیاض صاحب شفاء رحمۃ اللہ (۱۲) امام ابن الجوزی محدث بغداد رحمۃ اللہ (۱۳) علمائے افریقہ

نوٹ :- اس مسئلہ میں ائمہ و مشائخ و علماء کی فہرست طویل ہے چند مشاہیر کے اسماء گرامی عرض کر دیئے اور یہ وہ شخصیات ہیں جن کے علوم کے سامنے منکرین کا نام لینا ان بزرگوں کی علمی توہین ہے اگر کوئی اپنی بدقسمتی سے ایسے بزرگوں کا دامن چھوڑ کر منکرین میں مودودی جیسے کی گود میں بیٹھنا چاہتا ہے تو پھر وہ اپنی بدقسمتی پہ ماتم کرے۔۔

قاعدہ

یہ قاعدہ بھی محدثین کا عام ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عالم دنیا میں دنیوی امور کے طے کرنے میں عامیانہ طور پر زندگی بسر فرمانے پہ مامور تھے۔ جب تک خصوصیت پہ نزول وحی نہ ہوتا یا دینی اسلامی مسئلے کا اجراء مطلوب نہ ہوتا اس کی بھی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) صاحبزادیوں کا نکاح ابو لہب کے بیٹوں سے کر دیا" یہ عمل وَ لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ الخ سے قبل ہوا۔

(۲) منافقین کی منافقت کے علم کے باوجود ان کی ناشائستہ حرکات پر صبر بلکہ ستار العیوبی سے کام لیا۔

(۳) عبد اللہ بن ابی بن سلولؔ (رئیس المنافقین) کی نماز جنازہ پڑھا دی نزول آیات کے بعد کبھی کسی منافق کی نماز تو درکنار اس کے لیے بخشش کی دعاء

تک ثابت نہیں۔

ایسے سینکڑوں امور کتب احادیث میں موجود اور آیات کے اکثر شانِ نزول اس قاعدہ کے شواہد کافی ہیں۔ لیکن مخالفین ان حکمتوں کو نہ سمجھتے ہوئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لاعلمی یا عدم اختیار کی تہمت لگانے کے عادی بن گئے ہیں

امی ہونے کی اظہار میں حکمت

یہ حقیقت مسلّم ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلان نبوت کے بعد تا فتح مکہ کو امی ظاہر رکھا اور اللہ تعالیٰ کو بھی یہی منظور تھا کہ آپ کی حجت قائم ہو۔ زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے کلام الٰہی کی خالص منجانب اللہ ترجمانی ہو وہ علوم و معارف پیش کئے جائیں کہ تمام عقلاء حیران اور عاجز رہ جائیں۔ حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا۔

تیمیکہ ناکردہ قرآن درست

کتب خانہ چند ملت بشست

یہاں تک کہ تمام عرب کو چیلنج کیا گیا کہ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ الخ گویا آپ کا ابتداء میں امیّ ہونا بتقاضائے حکمتِ ایزدی تھا تاکہ آپ کی صداقت پر دلیل و اعجاز قائم ہو اور نبوت و رسالت کی شان و عظمت کا ظہور ہو کلام الٰہی کی روانی کو دیکھ کر کوئی بیوقوف نہ کہہ دے کہ یہ استاذ اور مربیؒ کی تربیت و تعلیم کی وجہ سے ہے۔ اسی لیے آپ کا امّی ہونا مشہور و معروف تھا یہی وجہ ہے کہ کسی کو بھی کہنے کی جرأت نہ ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ باتیں فلاں سے پڑھ کر لکھ لی ہیں۔ اسی حکمت کو آیت ذیل میں صراحۃً بیان فرمایا ہے۔ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا

تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ (پ۲۱ ع۱)

اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا نزول وحی سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست لوگ شک میں مبتلا ہو جاتے

اتمام الحجۃ لاعداء نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ آیت مکیہ ہے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن کفار و مشرکین آپ کو ہر طرح سے آزما چکے اور آپ نے بھی انہیں ہر طرح سے مطمئن کرنے کی کوشش فرمائی انہیں اپنی زبان دانی اور فصاحت و بلاغت بھی بڑا ناز تھا اسی لیے خود کو عرب (بولنے والے) اور باقی تمام دنیا کو عجم (گونگے) کا دعویٰ کیا لیکن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے ان کے تمام فصحاء و بلغاء عاجز ہو کر رہ گئے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اس اعجاز کا اعجازی شان آیت میں بتایا گیا ہے کہ دشمن یہ بھی سمجھ لیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو انہیں اپنی فصاحت و بلاغت سے عاجز فرمایا ہے۔ وہ نزولِ قرآن سے پہلے نہ کسی کے پاس سے پڑھے ہیں نہ کسی سے لکھنا پڑھنا سیکھا ہے اس کا دشمنانِ اسلام کو نہ صرف اعتراف ہے بلکہ انہیں یقین ہے کہ آپ کی یہ طاقت غیبی ہے۔ ان کے اس یقین کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا کہ آپ نزول قرآن سے کسی سے پڑھنا یا لکھنا سیکھتے تب تو یہ شک کر سکتے کہ آپ نے انہیں ذاتی تعلیمی قابلیت سے عاجز کیا ہے جب انہیں یقین ہے کہ یہ آپ کی ذاتی تعلیمی قابلیت نہیں بلکہ کسی دیگر ذات کی طاقت کار فرما ہے تو انہیں مان لینا چاہئیے کہ جو کچھ آپ فرماتے

ہیں وہ حق ہے یعنی اے کافرو اور مشرکو باطل خداؤں کو چھوڑو اور صرف اسی ایک کو معبود مانو جس نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

یرتفع الحکم بارتفاع العلۃ

آیت میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑھنے لکھنے کی علت کفار و مشرکین کے ارتیاب (شک) کو بنایا اب جب کہ شوکت اسلام پر انکار تیاب (شک) اٹھ گیا اب اگر انہیں کچھ ہے تو ضد اور ہٹ دھرمی ہے فلہٰذا اس علت کے ارتفاع کے بعد آپ کے لیے پڑھنے اور لکھنے کے عدم کا حکم بھی مرتفع ہونا چاہیئے اور وہ ہم ثابت کر رہے ہیں۔ اور مخالفین اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کر کے حضور علیہ السلام کے لیے دائمی عدم قرأۃ و عدم کتابت پر زور دے رہے ہیں اور وہ یا تو اقرار کریں یا ارتفاع العلۃ سے ارتفاع الحکم کا کلیہ توڑیں۔

اہل کتاب کی دشمنی

اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کو یقین ہو گیا کہ وہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لانے والے ہیں وہ آپ ہیں اس لیے کہ آپ اُمّی ہیں اور اس کے باوجود آپ نے علوم اور اسرار و رموز کے دریا بہا دیے ہیں۔

شان نزول

ہماری بیان کردہ حکمت مذکورہ کی تائید آیت کے شان نزول سے بھی ہوتی ہے حضرت علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ جواہر البحار میں لکھتے ہیں کہ امام ابن ابی حاتم قدس سرہ نے روایت کیا کہ حضرت امام مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اہل کتاب اپنی کتابوں میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک صفت یہ بھی پاتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ لکھیں گے نہ پڑھیں گے چنانچہ آیت بالا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی صفت کے متعلق نازل ہوئی (ایسے ہی درمنثور للسیوطی ص ۔ میں متعدد شان نزول رقوم ہیں)

فقیر اویسی غفرلہ نے اپنی کتاب اصول تفسیر میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان صفات و علامات کے مطابق اپنے آپکو ظاہر کرنا پڑتا جنہیں اللہ تعالےٰ نے کتب سابقہ میں بیان فرمایا۔ تاکہ آپ کی نبوت و رسالت کی تصدیق مخالفین بھی کر سکیں۔ اس کی ان گنت روایات و امثلہ کتب احادیث و سیر میں موجود ہیں فقیر یہاں پر صرف ایک روایت صحیحہ پہ اکتفا کرتا ہے۔ یعنی روایت حقیقتِ روح۔

حقیقتِ روح کا سوال ازیہود و مشرکین

بخاری شریف باب وما اوتیتم من العلم الخ میں ہے کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ پاک کے کھنڈرات میں تھا آپ کھجور کی چھڑی پر سہارا دے کر چل رہے تھے تو کچھ یہودیوں کا ادھر سے گذر ہوا بعض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روح کے بارے میں کچھ پوچھو ان کے بعض نے کہا ہم ضرور پوچھیں گے ان میں سے ایک نے آپ سے سوال کیا کہ اے ابوالقاسم! روح کیا ہے آپ نے خاموشی اختیار فرمائی میں نے دل میں کہا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہوگی۔ اسی لئے میں کھڑا ہو گیا جب آپ سے وہ کیفیت دور ہوگئی تو آپ نے آیت کا یہی ٹکڑا پڑھا۔

یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا (پ ۱۵)	تم سے اے نبی علیہ السلام روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں فرما دیجئے روح میرے رب کے امر سے ہے اور تمہیں علم کی تھوڑی مقدار دی گئی ہے۔

حکمت سوال از روح

صرف روح کی حقیقت کے متعلق سوال سے ان نامرادوں کا مقصد یہ تھا کہ تورات میں نبی آخرالزماں کی علامت یہ بھی کہ ان سے روح کے بارے میں سوال ہوگا تو نہ بتائیں گے چنانچہ مکہ کے مشرکین کو انہیں یہودیوں نے سکھایا تھا کہ تین سوال کرو، اصحابِ کہف، ذوالقرنین کون تھے روح کیا ہے۔ اگر کسی کا جواب نہ دیں تو بھی نبی نہیں اور اگر تینوں کا جواب دیں تو بھی نبی نہیں۔ اصحابِ کہف اور ذوالقرنین کے بارے میں تو قرآن نازل ہوا اور روح کے بارے فرما دیا۔ یہ امر رب سے ہے۔ چنانچہ روح کے بارے میں مذکورہ آیت تلاوت کی۔ تو یہود نے کہا ہم نے کہا تھا نہ کرمت پوچھو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب روح کی حقیقت نہ بتائی تو یہود کو خوش ہونا چاہیئے تھا کہ بتا نہ پائے۔ اس کہنے کا کیا تک تھا دہی کہ انہیں معلوم تھا نبی آخرالزماں روح کی حقیقت نہ بیان فرمائیے۔

یہود سے دو قدم آگے

آج اس سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روح کا علم نہ تھا۔

جواب:۔ اس ارشاد سے کہ روح امر رب سے ہے کس طرح ثابت ہوتا ہے کہ حضورؐ کو اس حقیقت کا علم نہ تھا۔ علامہ عینی ان لوگوں کا رد فرماتے ہوئے کہتے ہیں۔

جل منصب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو حبیب اللہ وسید خلقہ ان یکون غیر عالم بالرّوح وکیف وقد منّ اللہ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منصب بہت جلیل ہے وہ اللہ کے حبیب اور تمام مخلوق کے سردار ہیں پھر یہ کیسے ممکن کہ وہ روح کو نہ جانتے روح کو کیسے نہیں

علیہ بقولہ وعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمْ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا۔ قال اکثر العلماء لیس فی الاٰیۃِ دلیلٌ علی ان الرّوح لا یعلم وان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لَمْ یکن یعلمھا (عینی ص ٢٠١/٢٦)

جانیں گے حالانکہ اللہ عزوجل نے اس ارشاد سے ان پر احسان یاد دلایا ہے کہ آپ جو کچھ نہ جانتے تھے ہم نے وہ سب آپ کو سکھا دیا اور آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے اکثر علماء نے فرمایا۔ اس آیت میں اس پر کوئی دلیل نہیں کہ روح کو کوئی نہیں جانتا اور نہ اس پر ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روح کو نہیں جانتے تھے۔

فائدہ

علامہ عینی نے "عَلَّمَکَ مالم تکن تعلم" سے اس پر استدلال کر کے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روح کو جانتے تھے یہ بتا دیا کہ اس آیت کریمہ میں لفظ ما اپنے عموم پر ہے مایحتاج الیہ فی الدین کے ساتھ خاص نہیں ورنہ ان کا استدلال تام نہ ہوگا اس لیے کہ جب ما کو مایحتاج الیہ فی الدّین کے ساتھ خاص کر دیا گیا۔ اور ظاہر ہے (روح کا جاننا مایحتاج الیہ فی الدین نہیں تو استدلال ختم۔ اور جب یہ اپنے عموم پر ہے تو اس سے بلادریغ یہ بھی ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ماکان ومایکون کا بھی علم عطا ہوا۔ پھر علم مصطفےٰ کے منکرین کے استدلال فاسد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا نہ ہوا اور اسے اکثر علما کا قول بتایا۔

تفاسیر کی تصریحات

جس آیت سے مخالفین نے استدلال کیا ہے ان کے استدلال کا رد محققین نے یوں فرمایا۔

(۱) مشہور تفسیر روح المعانی تحت آیت ہذا لکھا کہ اس میں اختلاف ہوا کہ کیا امر نبوت کے شائع ہو چکنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۔ لکھ پڑھ لیتے تھے۔ ایک جماعت کی رائے میں آپ کو لکھنا نہیں آتا تھا۔ بغوی نے تہذیب میں اسی کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے یہی زیادہ صحیح ہے اور بعض علماء نے دعویٰ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دورِ اخیر میں کتابت جان گئے تھے جب کہ شروع میں ناواقیت کا اظہار فرماتے تھے اور شروع میں آپ کی ناواقفیت شانِ اعجاز کے ظہور کے لیے تھی۔ جیسا کہ آیت مذکورہ میں بیان ہو رہا ہے لیکن قرآن کافی نازل ہو چکا۔ اسلام کا خوب شیوع ہو کر ارتیاب وشکوک کی گنجائش باقی رہ گئی تو آپ کتابت کے عارف ہو گئے چنانچہ ابن ابی شیبہ وغیرہ نے روایت بیان کی کہ۔

ماَمات صلی اللہ علیہ وسلم حتیٰ کتب وقرأ یعنی وفات سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے پڑھنے لگے تھے امام شعبی سے روایت نقل کی گئی تو انہوں نے نہ صرف اس کی تصدیق کی بلکہ فرمایا میں نے بہت سے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے اور آیت کا مفہوم اس روایت کے منافی بھی نہیں (روح المعانی ص۵ ج۲ مطبوعہ مصر)

اس کے بعد وہی دلائل قائم فرمائے جو فقیر نے تصنیف ہذا میں مختلف انداز میں لکھے۔

فائدہ | سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ اس بحث کے آخر میں لکھتے ہیں۔

ورأیت فی بعض الکتب... ھوانه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لم یکن یقرأ ومایکتب لکن اذا نظر الی المکتوب عرف مافیہ باخبار الحروف ایاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام عن اسمائھا تکل حرف یخبرہ عن نفسہ انه حرف کذا وذلك نظیر اخبار الذراع ایاہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بانھا مسمومۃ (روح المعانی ص۵ ج۲۲)

میں نے بعض کتب میں دیکھا کہ حضور علیہ السلام اگرچہ کسی سے پڑھا نہیں لیکن جب کسی لکھے ہوئے کو دیکھتے تو آپ حروف بولتے اور اپنا مطلب خود بتاتے یہ ایسے ہے جیسے زہر آلود گوشت آپ سے بول پڑا کہ میرے اندر زہر ہے۔

(۲) معالم التنزیل تحت آیت میں ہے۔

وعن مجاهد والشعبی مامات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حتی کتب وقرأ (معالم برخازن ص۲۳۷ ج۵ مطبوع مصر)

امام مجاہد وشعبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام وصال سے پہلے لکھتے بھی تھے اور لکھی ہوئی شے پڑھ بھی لیتے تھے۔

(۳) کفایۃ الراضی علیٰ تفسیر البیضاوی ص۱۰۵ ج۵ مطبوعہ مصر میں حضرت علامہ خفاجی حنفی صاحب نسیم الریاض رحمۃ اللہ نے بھی تقریباً وہی دلائل وعبارات نقل کی ہیں جو روح المعانی میں ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ

وقال ابن حجر فی تخریج الرافعی قال البغوی الخ یعنی ابن حجر نے تخریج الرافعی میں لکھا کہ امام بغوی فرماتے ہیں الخ وہی مضمون جو فقیر تفاسیر و احادیث وغیرہ میں درج کر چکا ہے۔

تقریباً اکثر مفسرین کی یہی رائے ہے آخر میں صاحب روح البیان کی تحقیق لکھ کر بحث کو آگے بڑھتا ہوں۔

(۴) روح البیان

حضرت علامہ حقی قدس سرہ نے اپنی تفسیر روح البیان میں یہاں بہترین تحقیق لکھی ہے فقیر اس کی تلخیص عرض کرتا ہے۔ آپ حضور علیہ السلام کے امی ہونے کے نکات میں لکھتے ہیں کہ لکھنے پڑھنے کی غرض وغایت یہی ہوتی ہے کہ انسان اپنے امور کو لکھ پڑھ لے تاکہ بعد کو غفلت کی وجہ سے فراموشی کا شکار نہ ہو جائے اور حضور آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایسی غفلت و فراموشی سے منزہ اور مبرا تھے اسی لیے آپ کو لکھنے پڑھنے سے کیا غرض، جیسے ایک شخص کی آنکھ تندرست ہو تو اسے کسی سہارے یا ہاتھ پکڑ کر لے جانے والے کی کیا ضرورت!

(سوال) الاسئلۃ المفحمہ میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لکھی ہوئی عبارات کو جانتے اور بسا اوقات اس کی خبر بھی دیتے تھے لیکن اس کے باوجود آپ سے لکھنا ثابت نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

(جواب) وہی بات جو پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ یہود ونصاریٰ کہتے ہیں کہ یہ وہ نبی علیہ السلام نہیں جن کے اوصاف تورات وانجیل میں لکھے گئے تھے اور کافر ومشرک بھی کہہ دیتے کہ انہوں نے قرآن پرانی کتابوں سے تیار کرلیا ہے۔

فائدہ

ہم اہل سنت اسی مضمون یعنی یہود ونصاریٰ کے لیے علامت کے اظہار کو ایک قاعدہ کے طور پہ وہابیہ نجدیہ دیوبندیہ کو پیش کرتے ہیں۔ جب وُہ ہمارے آقا ومولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک اور تصرف واختیار پر حملہ کرتے ہیں۔ جس کی تفصیل فقیر نے پہلے عرض کر دی ہے۔

سایہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفی کا اور جواب

نیساپوری نے لکھا کہ آپ نے لکھنا اس لیے اختیار نہیں فرمایا کہ جس وقت آپ لکھتے تو قلم اور ہاتھ کا سایہ اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی پر پڑتا آپ نے اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کی بے ادبی کے باعث لکھنا اختیار ہی نہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ اپنے ہاتھ اور قلم کے سایہ کو میرے اسم پر پڑنے کو گوارا نہیں فرماتے تو میں بھی آپ کے لیے آپ کے غلاموں کو حکم فرماتا ہوں کہ وُہ آپ کے سامنے اونچا نہ بولیں اور آپ کا سایہ بھی زمین پڑنے نہیں دیتا تاکہ آپ کے سایہ پر کسی کے قدم نہ پڑیں تاکہ آپ کی بے ادبی نہ ہو۔

فائدہ

یہ تھے اسلاف صالحین جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کا یقین تھا اور یہ ہیں آج کے موحد مومن کہلوانے والے وہابی، نجدی، دیوبندی، مودودی جو آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تاریک سایہ کے اثبات میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔

نورانیتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور نفیِ سایہ کا حوالہ

صاحبِ روح البیان قدس سرہٗ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کی دلیل میں لکھتے ہیں کہ:

وقیل انہ نور محض ولیس للنور ظل وفیہ اشارۃ الی انہ افنی الوجود الکونی الظلی وھو نور متجسد فی صورۃ البشر وکذلک الملک اذا

اور کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خالص نور ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ اس میں اشارہ ہے کہ آپ نے وجودِ کونی وظلی کو فانی بنا دیا اور وہ نورانی جسم ہیں بشری صورت میں اور ایسے ہی فرشتہ جب

تجسد بصورة البشر لا يكون له ظل وبذلك علم بعض العارفين تجسد الارواح القدسية۔

(روح البیان ج ۶ ص ۴۸۰ مطبوعہ مصر)

بشری صورت اختیار کرتا ہے تو اس کا سایہ نہیں ہوتا ایسے ہی بعض عارفین کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ آپ کی ارواح جن اجسام میں جلوہ گر تھیں ان کے بھی سائے نہ تھے۔

فائدہ غور کیجیے کہ اسلاف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ تو فرمائیں کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مجسم نور بشکل بشر تھے۔ اسی لیے سایہ نہ تھا اور آج کے موحد مومن کہلوانے والے وہابی کہیں کہ وہ ہم جیسے خاکی بشر تھے، ان میں اور ہم میں صرف نبوت کا فرق ہے۔ فیصلہ ناظرین خود فرمائیں صاحب روح البیان تو بعض اولیائے کے لیے بھی سایہ کی نفی کر گئے۔

اُمّی ہونا معجزہ تھا تیسیر میں لکھا ہے کہ لکھنا اور پڑھنا فضیلت و کمال کا موجب تھا لیکن دوسرے پیغمبرانِ عظام علیہم السلام کے لیے اور ہمارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہ لکھنا پڑھنا معجزہ تھا اور جب معجزہ ظاہر ہو گیا تو آپ کے اُمّی ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہا۔ تو آخر عمر میں اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت اور کمال بھی عطا فرمایا تا کہ آپ کا دوسرا معجزہ ظاہر ہو۔

حدیث شریف اور دلیل اہلسنّت ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنّف میں نقل کیا کہ حضرت عون بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ

ما مات رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى كتب وقرأ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصال سے پہلے لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔

(روح البیان ج ۶ ص ۴۸۰ مطبوع مصر)

اور آپ کا لکھا پڑھا ہوا ہونا آیت قرآنی کے منافی نہیں اس لیے کہ آپ سے ان دونوں کی نفی کرنا مقید بہ قبل نزول ہے۔ اور اثبات بعد از نزول کے لیے ہے۔ لیکن صحیح اور قریب تر مذہب یہ ہے کہ آپ از اول تا آخر عمر اُمّی رہے۔

حضرت الکاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

۱. بقلم گر نرسید انگشتش
بود لوح و قلم اندر مشتش

۲. از سواد خط اگر دیدہ بست
بکمالش نرسد ہیچ شکست

۳. بود او نور خط تیرہ ظلم
نشود نور و ظلم جمع بہم

ترجمہ: (۱) قلم کو آپ کی انگلی نہ لگی لیکن لوح و قلم آپ کی مٹھی میں تھی۔

(۲) اگرچہ لکھنے پڑھنے سے تعلق نہ رکھا لیکن آپ کے کمال میں کوئی کمی نہ آئی۔

(۳) لکھنا تو تاریکی اور ظلمات ہے اور آپ تو نورِ مجسّم تھے نور و ظلمات یکجا کیسے اکٹھے ہو سکتے تھے!

شانِ ارفع و اعلیٰ سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بعض مشائخ نے فرمایا کہ جس ذات کی خادم قلم اعلیٰ ہو اور جن کی نگاہ لوح پر ہو انہیں ظاہری لکھائی اور علوم کی کیا ضرورت ہے جبکہ ان علوم اور کتابت کو آلاتِ جسمانیہ کی محتاجی ہے اس لیے کہ صنعتِ ذہنیہ اور قوتِ طبعیہ آلاتِ جسمانیہ سے صادر ہوتے ہیں۔

یہ امی لقب ہیں کہ پڑھائے نہیں جاتے

فیصلۂ حق

آیت میں حضور علیہ السلام کے بارے میں قراۃ و کتابت کی نفی نزول قرآن سے پہلے کی ہے جیسے من قبلہ کی تصریح بتاتی ہے اور استمراری ماضی (کان کا باب مضارع پر داخل ہو تو ماضی استمراری بن جاتی ہے) بتاتی ہے کہ یہ نفی دائمی نہیں اس لیے کہ بہت سے امور کی ماضی میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے نفی کی گئی لیکن اس کا اثبات زمانۂ مستقبل میں ہے۔

کفار کے مطالبات

قرآن کریم کا اعجاز خوب ظاہر ہو چکا اور معجزات واضحات نے حجت قائم کر دی اور کفار کے لیے کوئی جائے عذر باقی نہ رہی تو وہ لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لیے طرح طرح کی نشانیاں طلب کرنے لگے

مروی ہے کہ کفار قریش کے سردار کعبہ معظمہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بلوایا حضورؐ تشریف لائے تو انہوں نے کہا کہ ہم نے آپ کو اس لیے بلایا ہے کہ آج گفتگو کر کے آپ سے معاملہ طے کر لیں تاکہ ہم پھر آپ کے حق میں معذور سمجھے جائیں عرب میں کوئی آدمی ایسا نہیں ہوا جس نے اپنی قوم پر شدائد کیے ہوں جو آپ نے کیے ہیں آپ نے ہمارے باپ دادا کو برا کہا ہمارے دین کو عیب لگائے۔ ہمارے دانشمندوں کو کم عقل ٹھہرایا۔ معبودوں کی توہین کی جماعت متفرق کر دی کوئی برائی اٹھا نہ رکھی۔ اس سے تمہاری غرض کیا ہے اگر تم مال چاہتے ہو تو ہم تمہارے لیے اتنا مال جمع کر دیں کہ ہماری قوم میں تم سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ اگر اعزاز نہ چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار بنالیں اگر ملک و سلطنت ... تو ہم تمہیں بادشاہ تسلیم کر لیں یہ سب باتیں کرنے کے لیے ہم تیار ہیں ... دماغی بیماری ہو

گئی ہے یا کوئی خلش ہو گیا ہے تو ہم تمہارا علاج کریں اور اس میں جس قدر خرچ ہو اٹھائیں۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سے کوئی بات نہیں اور میں مال و سلطنت و سرداری کسی چیز کا طلب گار نہیں واقعہ صرف اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا اور مجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی اور حکم دیا کہ میں تمہیں اس کے ماننے پر اللہ کی رضا اور نعمت آخرت کی بشارت دوں اور انکار کرنے پر عذاب الٰہی کا خوف دلاؤں میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچایا اگر تم اسے قبول کرو تو یہ تمہارے لیے دنیا و آخرت کی خوش نصیبی ہے اور نہ مانو تو میں صبر کروں گا اور اللہ کے فیصلہ کا انتظار کروں گا اس پر ان لوگوں نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر آپ ہمارے معروضات کو قبول نہیں کرتے ہیں تو ان پہاڑوں کو ہٹا دیجئے اور میدان صاف نکال دیجئے اور نہریں جاری کر دیجئے اور ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو زندہ کر دیجئے ہم اُن سے پوچھ دیکھیں کہ آپ جو فرماتے ہیں کیا یہ سچ ہے اگر وہ کہہ دیں گے تو ہم مان لیں گے حضورؐ نے فرمایا میں ان باتوں کے لیے نہیں بھیجا گیا جو پہنچانے کے لیے میں بھیجا گیا تھا وہ میں نے پہنچا دیا اگر تم مانو تمہارا نصیب نہ مانو تو میں خدائی فیصلہ کا انتظار کروں گا۔ کفار نے کہا پھر آپ اپنے رب سے عرض کر کے ایک فرشتہ بلوا لیجئے جو آپ کی تصدیق کرے۔ اور اپنے لیے باغ اور محل اور سونے چاندی کے خزانے طلب کیجئے فرمایا کہ میں اس لیے نہیں بھیجا گیا میں بشیر نذیر بنا کر بھیجا گیا ہوں اس پر کہنے لگے تو ہم پر آسمان گروا دیجئے اور بعضے ان میں سے یہ بولے کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک آپ اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے نہ لائیے اس پر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مجلس سے اُٹھ آئے اور عبداللہ بن اُمیہ آپ کے ساتھ اُٹھا اور آپ سے کہنے لگا خدا کی قسم میں کبھی آپ پر ایمان نہ لاؤں گا ... تک تم سیڑھی لگا کر آسمان پر نہ چڑھو اور میری نظروں کے

سامنے وہاں سے ایک کتاب اور فرشتوں کی ایک جماعت لے کر نہ آؤ اور خدا کی قسم اگر یہ بھی کر دو تو میں سمجھتا ہوں کہ میں پھر بھی نہ مانوں گا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب دیکھا کہ یہ لوگ اس قدر ضد اور عناد میں ہیں اور ان کی حق دشمنی حد سے گذر گئی ہے تو آپ کو ان کی حالت پر رنج ہوا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی

وَقَالُوا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ

اور بولے کہ ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ یہاں تک کہ تم ہمارے لیے زمین سے

يَنْبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ

کوئی چشمہ بہا دو۔ یا تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو پھر تم اس

فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ

کے اندر بہتی نہریں رواں کر دو یا تم ہم پر آسمان گرا دو جیسا تم نے

كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ

کہا ہے ٹکڑے ٹکڑے یا اللہ اور فرشتوں کو ضامن

قَبِيْلًا ۝ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى

لے آؤ یا تمہارے لیے طلائی گھر ہو یا تم

فِى السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ

آسمان میں چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے چڑھ جانے پر بھی ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم پر

عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ

ایک کتاب نہ اتارو جو ہم پڑھیں۔ کہو پاک ہے ذات تیری اے میرے رب

كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ (پ ۱۵ ع ۱۰)

میں کون ہوں مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا۔

تبصرہ اویسی غفرلہ

کفار کے مطالبات پر غور فرمائیں کہ جتنا مطالبات انہوں نے کیے ان سب کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے نہ صرف مسترد فرمایا بلکہ اپنے عجز کا اظہار فرمایا ہے (جسے آج کل وہابی دیوبندی آپ کے عدم اختیار پر محمول کر رہے ہیں) حالانکہ اختیار و عدم اختیار کی بات نہیں کفار کو افہام و تفہیم مطلوب تھی اور انہوں نے ماننا ہی کیا تھا۔ لیکن آپ نے یہاں مکہ میں ان امور کا انکار کر دیا لیکن بعینہٖ وہی امور مدینہ طیبہ ایک بار نہیں بار بار ظاہر فرما رہے ہیں تو ثابت ہوا کہ بوقت ضرورت اگر حضور علیہ السلام سے کسی امر کی نفی ہے تو وہ دائمی نہیں ہوتی۔ یہی بات پڑھنے لکھنے میں ہے کہ آیت میں نفی دائمی نہیں عارضی ہے۔

لاجواب کتاب

کتب تاریخ میں ہے کہ حضرت ابوالولید باجی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب لکھی تو ان پر سخت طعن و تشنیع کا بازار گرم ہو گیا حتیٰ کہ ان کو زندقہ کی طرف منسوب کیا گیا۔ منبروں پر برملا آپ کو (ابوالولید باجی کو) برا بھلا کہا گیا۔ یہاں تک کہ ان کے ایک معاصر عالم دین نے کہا۔

؎ بُرِئْتُ لِمَنْ شَرٰى دُنْيَا بِآخِرَتِهٖ

قاعدہ حدیث کا سنداً ضعیف ہونا اصل مقصد کے منافی نہیں ہوتا جب کہ ہمارا دعویٰ کسی دوسری صحیح روایت سے ثابت ہے بقاعدہ اصول حدیث ان صحیح روایات سے حسن لغیرہ ہے، علاوہ ازیں باتفاق محدثین فضائل میں ضعیف حدیث قابلِ قبول ہوتی ہے چنانچہ یہی امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حروف کی بہترین معرفت حاصل تھی۔

فائدہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ گو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم لکھتے نہ تھے لیکن اگر آپ ارادہ فرماتے تھے تو اس پر قادر ہو جاتے تھے۔ (روح المعانی)

حدیث ۵ بخاری شریف کی بعض روایات میں ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وصال سے چار روز پہلے کہ وہ جمعرات کا دن تھا۔ حاضرین سے فرمایا کہ مجھے کوئی چیز دو کہ میں تمہارے لیے ایک تحریر لکھوں تاکہ میرے بعد تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔

فائدہ اسے حدیث قرطاس کہا جاتا ہے اس کی تشریح فقیر کے رسالہ شرح حدیث قرطاس یعنی القسطاس میں دیکھئے۔

حدیث ۶ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی زندگی مبارک کے آخری ایام میں حروف کی اچھی صورت بنانے کا فرماتے تھے اور فن کتابت کے متعلق امور خوب جانتے تھے چنانچہ اپنے کاتب سے فرمایا کہ اپنا قلم داہنے کان میں رکھو۔ اس لیے کہ اس سے حافظہ میں اضافہ ہوتا ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اَلِقِ الدَّوَاۃَ۔

یعنی سیاہی درست کرو اس میں لیقہ۔ یعنی صُوف ڈالو۔ وَحَرِّفِ الْقَلَمَ۔ یعنی قلم کو ٹیڑھا قط دو۔ اس لیے کہ محرف قلم سے لکھنے میں زیادہ مدد ملتی ہے اور لکھائی۔ داہنی طرف سے بائیں کو جاتی ہے۔ وَرَقِّمِ الْبَاءَ۔ اور باء کو سیدھا لکھو یا اسے تھوڑا طول دو۔ اس لیے کہ با الف اسم کے عوض ہے۔ وَفَرِّقِ السِّیْنَ۔ اور سین کے دندانے مفصّل لکھو یہ آپس میں نہ مل جائیں۔ وَلَا تُعَوِّرِ الْمِیْمَ اور میم کا دائرہ اندھا نہ کرو علاوہ ازیں کاتب کو اور امور بھی بتائے۔ (روح المعانی وغیرہ)

فائدہ کاتب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے اور ظاہر ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد ہی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منسلک ہوئے اور ہمارا دعویٰ بھی یہی ہے کہ جب تک اسلام کی شوکت مکمل طور کفار کے دل میں نہیں تھی اس وقت تک آپ نے اپنا پڑھا لکھا ہونا ظاہر نہیں فرمایا اور وہ بوقت ضرورت ظاہر فرمایا تو بطور معجزہ اور معجزات کا انکار منکرین اسلام کریں تو کوئی افسوس نہیں افسوس تو ان لوگوں کا ہے جو ایک طرف اسلام کا دم بھرتے ہیں۔ دوسری طرف معجزات کا انکار کرتے چلے جا رہے ہیں۔

محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا

(۱) امام بدرالدین عینی (متوفی ۸۵۵ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ شرح بخاری ص...
میں لکھتے ہیں کہ جونہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ
سے قلم لے کر لکھنے کا ارادہ کیا تو اوحی اللہ الیہ فکتب: اللہ تعالیٰ
نے آپ کو وحی فرمائی تو آپ نے لکھا اس کے بعد لکھا کہ وقیل ما مات
حتی کتب، بعض نے فرمایا کہ آپ نے وصال سے پہلے اس پر مزید بحث
کر کے ایک روایت کا اضافہ فرمایا۔

وفی روایۃ فاخذ الکتاب ولیس یحسن یکتب وان من وقتہ لان خرق للعادۃ۔	ایک روایت میں ہے کہ آپ نے کتاب لی اگرچہ آپ لکھنا نہ جانتے تھے لیکن لکھا یہ آپکے معجزات سے ہے کہ بوقت ضرورت خرقاً للعادۃ لکھنا۔

انتباہ امام بدرالدین شارح بخاری قدس سرہٗ ایک روایت سے لکھ کر اُسے معجزہ کا استدلال فرمایا۔ ہم اہل سنت خوش بخت
ہیں کہ ایسے واضح بیانات نہ ہوتے تب بھی ہمیں حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ و
وسلم کے معجزے کا اقرار رہتا ہے۔

(۲) امام ابن حجر العسقلانی شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ فتح الباری وہی تحقیق

لکھتے ہیں جو ہمارا مدعا ہے۔ ان کی عبارات سے لانا تطویل لاطائل
ہے خلاصہ کلام یہی ہے کہ علماء کی اس بارہ میں دو رائیں ہیں۔

(۱) حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاحیات پڑھنے لکھنے سے
فارغ تھے۔

(۲) آپ کو پڑھنا لکھنا آتا تھا اور بوقت ضرورت اس کا اظہار بھی فرماتے
تھے لیکن اسے معمول نہیں بنایا اور آیت میں نفی دائمی نہیں عارضی ہے۔ علامہ
ابن حجر دوسرے شارحین کی طرح جانبین کے دلائل بھی لکھے جس کا خلاصہ
فقیر قاضی ابوالولید باجی کے ذکرِ خیر میں عرض کرے گا۔

(۳) البرکۃ فی الہند حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ
علیہ نے بھی اشعۃ اللمعات میں اس کا خلاصہ بیان فرمایا۔

(۴) حضرت علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ بھی جواہر البحار ص۶۸۶ ج۲ اردو
میں مختلف اقوال لکھ کر فرمایا کہ
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعر و کتابت جانتے تو تھے مگر ہر دو میں سے
سے کسی کو معمول نہیں بنایا ہوا تھا۔

(۵) علامہ حلبی اپنی تصنیف سیرۃ انسان العیون ص۲۰۹ ج۲ میں لکھتے ہیں
لا مانع من ان یعرف الکتابۃ من غیر معلم
فتکون معجزۃ اخری ولا یخرج ذلک عن
ان یکون رمیا۔

سلطان العلماء مجدد صدی دسویں ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری شرح
مشکوٰۃ یعنی مرقات ص۲۹۸ ج۴ میں طویل بحث اور سوالات و جوابات بعد
مخالفین اسلام کے ایک شبہ کے جواب میں لکھا کہ

ان المعاند کالغریق یتعلق بکل حشیش والمعجزة القرآنیة ثابتة من وجوہ کثیرة مع قطع النظران الاتی بہا امی و انما زید فیہ وصف عدم القراۃ والکتابۃ لکمال ظہور الحجۃ وبطلان کلام معاندیہا الخ	مخالف ضدی کا حال اس ڈوبے ہوئے جیسا ہے جو ہر تنکے کا سہارا ڈھونڈے اور قرآنی معجزہ کئی وجوہ سے ثابت ہے قطع نظر اس کے کہ آپ اُمّی ہو کر یہ معجزہ لائے۔

(۶) حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ (مدارج النبوۃ ص۲۶۹ ج۲ اُردو) میں فرماتے ہیں کہ اگر دست مبارک سے اسم شریف کی کتابت میں خصوصیت کے ساتھ بحث کرنے میں غلاف اور تنگی کو گنجائش دیتا ہے۔ حالانکہ حدیث شریف کا ظاہر عبارت بھی اس کی نظیر و دلیل ہے اس لیے اس کا واقعہ ہونا بطریق معجزہ ہے اور اس کی رہیت کے جو مدار اعجاز اور برہان نبوت اس کے منافی نہیں

(۷) امام یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ بعض لوگوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے لکھنا پڑھنا حرمت کا کہا وہ بھی اس نظریہ پر کتب سابقہ میں بھی منقول تھا کہ آپ لکھیں گے نہیں اس سے ان لوگوں نے آپ کے لیے حرمت کتابت کا قول کیا یہ ان کا اپنا اجتہاد تھا آیت کے ظاہر اور کفار کو باور کرانے کے لیے کہ آپ امی ہونے کے باوجود تمہارے تمام علمی حربے بیکار ثابت کر دکھلائے ان لوگوں کا امام نووی رحمۃ اللہ نے تعاقب کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخوبی جانتے ہیں ہوں مگر یہ دونوں حرام نہیں اور تحریم سے مراد یہ ہے کہ دونوں کو بتکلف جانا جائے پھر اپنا نظریہ بتایا کہ آپ شعر و کتابت کو باحسن طریقہ نہیں جانتے تھے۔ یہ صرف امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی رائے ہے ورنہ بعض ائمہ کا نظریہ اس کے برعکس ہے جیسے گذرا وہ کہتے ہیں کہ آپ شعر وکتابت کو جانتے تو تھے لیکن ہر دو کا اپنا معمول نہ بنایا ہوا تھا۔ ان ائمہ کا استدلال اور احادیث اثبات اور مخالفین کے جوابات لکھ کر علامہ نبہانی نے لکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسی کتابت کے معجزے ہونے پر ایک محدثین کی ایک جماعت قائل ہے۔ جن کے اسماء گرامی اور بعض کی عبارات فقیر نے تصنیف ھذا میں درج کیں قاضی ابوالولید نے فرمایا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانے بغیر لکھ لینا آپ کے اجل معجزات سے ہے (جواہر البحار اردو ملخصاً ص۲۶۵ تا ۲۶۷ ج۱)

سوالات و جوابات

مخالفین کے پاس صریح الفاظ کہیں سے نہیں ملے سوائے اس کے کہ وہ ہماری پیش کردہ دلیلوں میں سے ہیرا پھیری کر کے سوال بنا لیے مثلاً حدیث حدیبیہ میں ہماری دلیل کتب صریح ہے اس کی یوں تاویل کی ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جو کتابت کی نسبت آپ کی طرف آئی ہے وہ حقیقی نہیں مجازی ہے مطلب یہ ہے کہ آپ نے کسی کو لکھنے کا حکم فرمایا چنانچہ حکام سلطانی جو ماتحتوں کے لکھے ہوئے ہوتے ہیں مجازاً سلطنت کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ قرآنی آیت میں مِنْ قَبْلِهٖ وَلَا تَخُطُّهٗ سے مقدم آیا ہے جو تقریباً اس بات پر تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی دور میں بھی لکھنے سے واقف نہ تھے۔ اور نہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ من قبلہ کی قید ولا تخطہ کے بعد

(جواب) بہت سے جلیل محقق علماء نے لکھا ہے کہ من قبلہ کا تعلق ما قبل یعنی تلاوت اور ما بعد یعنی کتابت دونوں سے ہے اور اس سے یہ صاف سمجھا جاتا ہے کہ آپ کتاب اللہ کے نزول کے بعد تلاوت و خط یعنی لکھنے پڑھنے پر قادر ہو گئے تھے کیونکہ اگر ایسا اعتبار و قیاس صحیح نہیں تو من قبلہ کی قید بے فائدہ ہے۔ اس معنیٰ پر عدم قرأۃ و عدم کتابت دائمی نہ ہوتی بلکہ منکرین رسالت (کفار و اہل کتاب) پر حجت قائم کرنا ہے کہ نزول وحی سے پہلے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہ کسی سے پڑھے اور نہ کسی سے لکھنا سیکھا اور تمہیں اپنے زوردار کلام اور دیگر مضبوط دلائل سے تمہیں عاجز کر دیا کہ تم اپنی فصاحت و بلاغت اور علمی دنیا میں قابلیت کے دعویٰ کے باوجود ان کے آگے ہتھیار ڈال رہے ہو تو پھر کیوں یقین سے نہیں کہتے ہو کہ وہ نبی برحق ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو من قبلہ" کی قید نے خود واضح کر دیا کہ آیت میں اتمام الحجۃ ہے منکرین کے لیے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چالیس سال کے عرصہ تک تمہارے ساتھ رہے آپ نے کسی سے پڑھا نہ لکھنا سیکھا اس کے باوجود تمہیں عاجز کر دیا۔ جب حجت قائم ہو گئی اور منکرین کو اس پر حجت قائم موقعہ دیا پھر بطور معجزہ حضور علیہ السلام کے لکھنے پڑھنے کا انکار کیوں۔

(جواب ۲): مجاز کا سوال بھی غلط ہے اس لیے کہ مجاز اس وقت ہوتا ہے جب حقیقی معنیٰ ناممکن ہو اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ناممکن ہے تو پھر کس کے لیے ممکن ہو سکتا ہے جب عام انسان کے لیے ممکن ہے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بطریق اولیٰ ممکن ہو گا اور جب ہم حضور علیہ السلام کے لیے بطور معجزہ مانتے ہیں اور معجزہ میں تو غیر ممکنہ امور بھی نبی علیہ السلام کے لیے ممکن بنا دیئے جاتے ہیں۔

(جواب ۳) جب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام سے معذرت کر لی۔" فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الکتاب ولیس یحسن یکتب فکتبہ، تو رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم مکتوب کو لیا باوجودیکہ آپ لکھتے نہیں تھے لیکن لکھا۔ ایسی تصریح میں مجاز کا توہم کیا بلکہ بخاری کے علاوہ دوسری روایات میں صاف ہے۔ بیدہ (قسطلانی شرح بخاری وعینی و فتح الباری و دیگر کتب احادیث) بروایت بیدہ

سے تو مجاز کی مکمل جڑ کاٹی گئی۔ لیکن مخالفین نے خواہ مخواہ دوسری ابحاث کے مجازات پر اسی حقیقی معنی والے کا قیاس کر لیا۔ اسے قیاس مع الفارق کہتے ہیں۔ وہ واقعات اور ہیں یہ واقعہ خاص ہے اس لیے تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی معذرت پر تیسرے اور معجزے کو ساتھ ملا لیا یعنی فرمایا آج تم میرے نام کے مٹانے سے معذرت کر رہے ہو ایک دن آئے گا کہ تمہارے ساتھ بھی ایسا ہوگا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

اکتب فان لک مثلہا تعطیہا وانت مضطہدٌ (سیرۃ حلبی ص ۱۸ ج ۲)

لکھ تجھے بھی ایسے ہی پیش آئے گا وہ امر ضرور ہوگا اس وقت تم مجبور ہوگے چنانچہ غزوہ صفین کی صلح پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہی معاملہ پیش آیا تو نعرہ نعرۂ تکبیر بلند کر کے فرمایا مثلاً بمثل" مجھے وہی ملا جو میں نے کیا۔

مجازیوں کا رد

مجازیوں پر تعجب ہے کہ کتب بمعنی آمر بالکتابۃ" تو سمجھ لیا لیکن یہ قیامت تک ثابت نہیں کر سکتے کہ وہ کون تھا جس کو حضور علیہ السلام نے امر فرمایا کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تو ادب کا دامن نہ چھوڑا پھر دوسرا کون سا بے ادب تھا جو جرأت کر کے محمد رسول اللہ کے الفاظ مٹا کر محمد بن عبد اللہ لکھا تھا بلکہ سیرت حلبی ص ۱۸ ج ۲ مطبوعہ مصر میں تو خود علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جیسے باادب کے ہاتھ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قلم بھی چھین لیا تا کہ آپ کسی مجبوری سے محمد رسول اللہ مٹا کر محمد بن عبد اللہ لکھ دیں بلکہ صرف اور صرف اسی مسئلہ پر شور برپا ہوا۔ چنانچہ سیرت حلبی ص ۱۷ ج ۲ میں ہے۔

وذکر ان اسید بن حضیر وسعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہما اخذا بید علی کرم اللہ وجہہ ومنعاہ ان یکتب الا محمد رسول اللہ والا فالسیف بیننا وبینہم وضجت المسلمون وارتفعت الاصوات

مذکور ہے کہ اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قلم لے کر کہا کہ محمد رسول اللہ کے سوا کچھ نہیں لکھنا ورنہ ہمارے اور کفار کے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی اس پر بڑا شور اٹھا اور مسلمانوں میں ہیجان پیدا ہو گیا۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ان النکتۃ فی قولہ فاخذ الکتاب ولیس یحسن ان یکتب البیان ان قولہ ارنی مکانہا انہ احتاج الی ان یریہ موضع الکلمۃ التی امتنع من محوہا الا لکونہ کان لا یحسن الکتابۃ (مرقات ص ۲۹۸ ج ۴)

حضور علیہ السلام کے کتاب لینے میں نکتہ ہے کہ آپ لکھنا نہیں جانتے تھے اسی لیے فرمایا کہ مجھے وہی جگہ دکھا اگرچہ آپ اس کے محتاج نہ تھے لیکن ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ وہ لکھنا نہیں جانتے۔

فائدہ

ثابت ہوا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ لکھنا یا لکھے ہوئے کو نہ پڑھنا عملاً تھا کہ مخالفین کو اعتراض کا موقعہ نہ ملے ورنہ لفظ محمد رسول اللہ ایسے معروف کلمے کے لیے بھی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہیں کہ مجھے وہ کلمہ دکھا تا کہ میں اسے خود مٹاؤں۔ آج بھی تجربہ کر لیں کسی بھی ان پڑھ انتہائی جاہل کو مختلف عبارات میں سے محمد رسول اللہ کا پوچھیں تو وہ بھی بلا تامل بتا دے گا۔ بالخصوص اپنا نام تو غور و فکر سے تلاش کر لیتا ہے اگرچہ وہ کتنا ہی طویل عبارت میں مکتوب ہو

فقیر اُویسی غفرلہ نے انگریزی نہ پڑھی نہ لکھی لیکن جب انگریزی تحریر میں فقیر اپنا نام لکھا پاتا ہے تو فوراً معلوم کر لیتا ہے کہ میرے نام کے الفاظ یہ ہیں۔

افسوس ہے کہ مخالفین ضد میں آکر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (معاذ اللہ) عام جاہلوں سے بھی گیا گذرا سمجھ رکھا ہے۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

وھذا وان لم یثبت انہ کتب فلا یبعد ان یرزقہ علم وضع الکتابۃ فانہ اوتی علم کل شیء (مرقات صفحہ ۲۹۸ ج ۴)

اگرچہ یہ ثابت نہ ہو کہ آپ نے کبھی نہ لکھا یہ ماننا پڑے گا کہ آپ کو لکھنا آتا تھا اس لیے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام علوم عطا فرمائے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ

امام نووی حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کر کے مجازیوں کے رد میں لکھتے ہیں

ان قولہ فی الروایۃ التی ذکرناھا ولا یحسن یکتب فکتب کالنص فی انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتب بنفسہ فالعدول عنہ الی غیرہ مجاز لاضرورۃ الیہ (روح المعانی ص ۲۲۳ ج ۵)	وہ روایت جو ہم نے لکھی ہے کہ آپ لکھنا نہیں جانتے تھے لیکن صلحنامہ میں خود لکھا یہ نص ہے اس معنیٰ پر کہ آپ نے اسے خود لکھا اور اس میں حقیقت سے اعراض کر کے مجازی معنیٰ لینا ہو گا اور مجازی معنیٰ لینے کی ضرورت ہی نہیں۔

مزید برآں:۔ امام احمد قسطلانی شارح بخاری شرح بخاری یعنی ارشاد الساری (کتاب الصحیح) میں تصریح فرماتے ہیں کہ زاد ابو ذر عن الکشمیہنی والمستملی بیدہ (شرح بخاری از قسطلانی ص ۲۲۳ ج ۴)

یعنی حضرت ابو ذر ہروی کشمیہنی اور المستملی سے روایت لاتے ہیں کہ انہوں نے کتب کے بعد "بیدہ" روایت کی ہے۔ اس روایت کے اعتبار سے تو مجازی معنیٰ کی بالکل حاجت رہتی ہی نہیں۔ کیونکہ کتب میں تو مجازی معنیٰ کا احتمال ہو سکتا ہے لیکن بیدہ کا اضافہ اسی مجازی معنیٰ کا تو ہم ختم کر دیتا ہے۔

فائدہ اور یہ کوئی حقیقت کے خلاف بھی نہیں اس لیے کہ یہود کو بھی حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دلائل سے اپنی نبوت کا یقین دلا چکے اور کفار و مشرکین بھی ہار تھک کر سمجھ گئے کہ یہ اپنے طور پر کچھ نہیں کرتے جو کچھ کرتے ہیں اپنے معبود کے حکم سے کرتے ہیں اسی لیے اب اگر آپ کا بطور معجزہ پڑھنا لکھنا ثابت ہوتا ہے تو کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کو تو شاید انکار نہ ہو لیکن ہمارے دور کے مودودی جیبوں کو انکار ہے تو ان کی بد قسمتی کی دلیل ہے۔

سوال:۔ مخالفین نے اپنے دعویٰ میں حدیث "انا امۃ امیۃ لانکتب ولا نحسب (ہم امی امت ہیں، ہم لکھ سکتے ہیں اور حساب دان ہیں) سے بھی استدلال کیا ہے۔

جواب ۱:۔ اس روایت کو اگرچہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑھنے لکھنے کے متعلق کوئی واسطہ نہیں لیکن مثال مشہور ہے، "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" بنا بریں مخالفین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وار کر ہی دیا۔ اس حدیث میں تو امت کی فطرت اور ان کی عوامی کیفیت کا بیان ہے ورنہ مخصوص امتی اس وقت بھی خوب پڑھے لکھے موجود تھے اور بعد کو تو ایسے مردِ میدان پیدا ہوئے کہ جن کی لکھت پڑھت کے آگے دیگر اقوام کے ماہرین تعلیم کے خجالت سے سرنگوں ہو گئے ماہر فن حدیث کو معلوم ہے کہ

ایسی روایات سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مراد اپنی ذات نہیں امت کے عوام مراد ہوتے بلکہ خود مخالفین بھی معترف ہوں گے کہ ایسی روایات میں خواص امتی بھی مراد نہیں جیسے اس روایت سے ظاہر و باہر ہے

(جواب ۲) اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی مراد ہوں تو یہ امیت دائمی نہیں تھی آپ نے وقتی طور پر امت کے متعلق فرمایا چنانچہ شہاب الدین سید محمد آلوسی بغدادی قدس سرہٗ اپنی تفسیر روح المعانی ص۵/۲۲ میں لکھتے ہیں۔

انا امتہ امیۃ الخ لیس نص ... یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ انا امۃ امیۃ" کہ ہم ان پڑھ امت ہیں کتابت و حساب سے واقف نہیں یہ اس مسئلہ میں تردید کے لیے کافی نہیں۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتابت سے ناواقفیت الی آخر العمر ثابت نہیں ہوتی۔ اور شاید آپ کے فرمان کا یہ مقصد ہو کہ میں جن عربوں میں بھیجا گیا ہوں ان کی اکثریت ناواقف اور ان پڑھ ہے۔ جو نہ لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب لیکن یہ قول دوام و استمرار کے لیے نہ تھا چنانچہ آپ کی امت میں آگے چل کر وہ دور بھی آیا جب کہ امت کا اکثر حصہ پڑھا لکھا ہو گیا۔ یہاں تک کہ آج کل کی پڑھی لکھی دنیا بالخصوص یورپ وغیرہ کے ماہرین فنون و علوم امت مصطفویہ علی صاحبہا السلام کے محققین کے مرہون منت ہیں۔

یہ امی لقب

انبیاء علیہم السلام کو اپنے اوپر قیاس نہیں کیا جاتا۔ ان کا ہر امر نرالا منجانب اللہ اور مخلوق کے لیے تعلیم کے طور پر ہوتا ہے ان کی تعلیم کسبی نہیں عطائی ہوتی ہے۔ جہاں ان کی کسبی کا ذکر ہے وہ بھی تعلیم امت کے اعتبار سے ہوتا ہے اور ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خصوصیت رکھی گئی ہے کہ آپ کو کسبی تعلیم کے ذریعے سے محفوظ رکھا گیا تا کہ آپ سے کوئی بھی کسی وجہ سے

افضل نہ ہو۔ ذیل میں چند انبیاء علیہ السلام کے لیے ارشادات ملاحظہ ہو۔

(۱) آدم علیہ السلام تعلیم الاسماء میں کیا کیا سکھایا گیا جو انہوں نے نہ صرف پڑھے ہوئے امور جان لیے بلکہ ان کا لکھنا تک بھی روح البیان پارہ ۲۱/ع میں ہے منقول ہے کہ سب سے پہلے عربی، فارسی، سریانی، عبرانی حمیری، یونانی، رومی قبطی، بربری، اندلسی، ہندی، چینی آدم علیہ السلام نے مٹی کے گارے پر لکھ کر اسے آگ پر پکایا اور جونہی اسے زمین پر رکھا تو ہر لغت کا لکھا ہوا ٹکڑا علیحدہ ہو کر کتابی شکل میں ہوا، جسے ہر بولی کو ہر قوم نے لکھ لیا اور عربی بولی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے حصہ میں آئی۔

(۲) ادریس علیہ السلام کا نام بھی اسی لیے ادریس ہے کہ آپ علوم و فنون کو پڑھاتے تھے لیکن پڑھانا پڑھے بغیر کہاں سے پھر آپ کو دنیا کا سب سے پہلا کاتب مانا گیا۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات دہرائیں کہ انہوں نے بچپن کا فرعون کو کتنا اور کیسے ذلیل کیا اگر بی بی آسیہ آڑے نہ آتی تو فرعون موسیٰ علیہ السلام کا بچپن میں کام تمام کر دیتا۔ بالآخر دونوں کی طویل بحث و تمحیص کے بعد انگارے اٹھانے تک نوبت پہنچی وہ بھی موسیٰ علیہ السلام موتی اٹھا رہے تھے تو جبرائیل علیہ السلام نے ہاتھ پکڑ کر انگارے کی طرف لے گئے۔ بالخصوص جب موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کو داڑھی سے پکڑ کر جھنجھوڑتے تو فرعون کی جان لبوں پر آ جاتی اس پر اسے یقین ہو گیا کہ یہ بچہ عملاً اسے ذلیل کرتا ہے وغیرہ وغیرہ فقیر کی تفسیر "فیوض الرحمٰن" میں واقعات کی تفصیل دیکھئے یہ امور بتاتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام بچپن میں ہی سب کچھ جانتے تھے۔

(۴) عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن میں مندرجہ ذیل مضمون سنانا شہادت

کے لئے کافی ہے۔ اِنی عبد اللہ آتانی الکتاب وجعلنی مبارکاً

(سورۃ مریم ع ۲)

(۵) ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے سینکڑوں شہادتیں کتب المیلاد والسیرۃ میں موجود ہیں مثلاً

(۱) دنیا میں تشریف لاتے ہی سر سجدہ میں رکھ کر امت کی خیر و بھلائی کی دُعاء۔

(۲) بی بی حلیمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر مسکرانا۔

(۳) گہوارے میں چاند سے باہم گفتگو ہونا وغیرہ وغیرہ۔

صرف چند نمونے عرض کر دیئے ورنہ سینکڑوں امثلہ احادیث و سیریں موجود ہیں۔ بلکہ ایسی سینکڑوں نہیں ہزاروں مثالیں آپ کی امت کے اولیاء میں جاتی ہیں کہ پڑھے نہ لکھے لیکن ایسے علمی عقدے حل کیے کہ جنہیں سنکر چوٹی کے دانشور انگشت بدندان ہو گئے۔

بولیاں ہی بولیاں

نہ صرف عربی بلکہ ہر مخلوق کی بولی حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سُن کر سمجھائی۔

پرندوں، چرندوں اشجار و احجار اور جو بھی جس طرح بولا آپ نے اُسے سمجھا بھی اور صحابہ کرام کو سمجھایا بھی بلکہ تا حال ہمارا عقیدہ ہے کہ جالی مبارک کے سامنے یا جہاں سے کوئی کسی بھی زبان میں فریاد کرے۔

ع ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو۔

بولنا سکھادیا

وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ جس نے پتھروں۔ درختوں بے زبان حیوانوں اور بچوں گونگوں کو

بولنا سکھایا تو حیرانی ہے کہ خود۔۔۔۔۔

غیر مُلکی بولی

شرح شفا للخفاجی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ

ان جماعۃ وفدوا علی النبی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم حین بعث فلما دخلوا المسجد الحرام ولم یعرفوا النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وکانوا لا یعرفون العربیۃ فقال رجل منہم بلغتہ من ابوان اسران ایکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فلم یفہم الحاضرون قولہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم "اشکدورا" اقبل ومعنی اوراھنا، وجعل رسول اللہ یجیبہ بلغتہ ولا یفہم القوم فاسلم وبایع وانصرف لقومہ وکان النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قد اخبر بقدومہ ولغتہ (حجۃ اللہ علی العالمین صـ ۲۶۱ مطبوعہ قدیم)

ایک جماعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئی جب آپ نے نبوت کا دعوی فرمایا جب وہ مسجد حرام میں آئے وہ نبی علیہ السلام کو نہیں پہچانتے تھے اور نہ ہی انہیں عربی زبان آتی تھی ان کے ایک نے اپنی زبان میں کہا من ابوان اسران یعنی تمہارے میں نبی کون ہے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اشکدورا، اشکد کا معنی ہے آگے آؤ اور ا کا معنی ہے یہاں۔ رسول اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انہیں ان کے بولی میں باتیں سمجھائیں، حاضرین کو علم نہ ہوا وہ مسلمان ہو کر چلے گئے پھر آپ نے حاضرین کو بتایا۔

علامہ یوسف نبہانی کا ایمان افروز بیان

حضرت علامہ یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يكلم كل ذى لغة بلغتہ على اختلاف لغات العرب وتركيب الفاظها واساليب كلمها احدهم لا تجاوز لغته وان سمع لغة غيره فكالعجمية يسمعها العربى وماذلك منه صلى الله عليه وآله وسلم الا بنوة الملهية وموهبة ربانية لانه بعث الى الكافة طرا والى الناس سودا وحمرا فعلمه الله جميع اللغات الخ (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۶۶۱) مطبوعہ قدیم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر صاحب لغت کے مطابق بولتے تھے باوجودیکہ عرب میں مختلف بولیاں اور ان کی تراکیب واسالیب بھی مختلف تھے لیکن حضور علیہ السلام ان کے ساتھ بلا تکلف بولتے حالانکہ ہر بولی والا دوسرے کی بولی کو نہیں جان سکتا لیکن حضورؐ کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت تھی اس لئے کہ اس تمام مخلوق کے لیے رسول مبعوث ہوئے۔

لطیفہ مخالفین کی بدقسمتی سمجھو یا ازلی جہالت کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اب تک اس خیال میں ہیں کہ آپ عالم دنیا سے بے خبر ہیں۔ یہاں تک کہ اُردو بھی آپ کو نہیں آتی تھی آپ کو یہ بولی آئی جب آپ کا دارالعلوم دیوبند آنا جانا ہوا (براہین قاطعہ) (معاذ اللہ)

فائدہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک خواب بتایا گیا ہے اور سراسر منگھڑت افسانہ ہے اس کی تفصیل فقیر کے رسالہ ’’بلی کے خواب چھچھڑے‘‘ میں ہے۔

غیر ملکی بولیاں بخشیں

حدیث شریف میں ہے۔

بعث رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اربعة وجوه رجلا الى كسرى ورجلا الى قيصر ورجلا الى المقوقس وبعث عمرو ابن اميه الى النجاشى فاصبح كل رجل منهم يتكلم بلسان القوم الذين بعث اليهم (رواه ابن ابى شيبه)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار بادشاہوں کے پاس چار آدمی بھیجے کسریٰ۔ قیصر۔ مقوقس کی طرف اور چوتھا عمرو بن امیہ نجاشی کی طرف چاروں جس ملک میں پہنچے وہی بولی بولتے۔

(۲) ایک روایت میں ہے کہ

بعث عدة الى عدة وامرهم ينصح عباد الله فاصبح الرسل كل رجل منهم يتكلم بلسان القوم الذين ارسل اليهم فذكر ذلك للنبى صلى الله عليه وآله وسلم فقال هذا اعظم ما كان من حق الله تعالى عليهم فى امر عباده (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۴۳۲ مطبوعہ قدیم)

حضور علیہ السلام نے لوگوں کو مختلف اقوام کی طرف تبلیغ کے لیے بھیج کر فرمایا اللہ کے بندوں کو نصیحت کرو۔ جو جہاں پہنچا وہی بولی بولتا۔ آپ کو واقعہ سنایا گیا تو فرمایا اللہ تعالیٰ کا بندوں پر اس سے بھی بڑھ کر حق ہے۔

حروف بولتے حضرت علامہ آلوسی کی تفسیر کا حوالہ گذر چکا ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لکھنا اور پڑھنا تو ایک ادنیٰ کمال ہے جب کہ آپ کے اعجاز کا کمال یہ ہے کہ خود حروف آپ سے بول پڑتے کہ ہم کیا ہیں اور یہ کمال تو حضرت آدم علیہ السلام کو عطا ہوا تو بھی ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اور آپ کی برکت

سے جیسا کہ تفاسیر میں واضح الفاظ میں بیان ہو چکا۔ بلکہ تفسیر روح المعانی پارہ اوّل اور تفسیر مظہری وغیرہ میں ہے کہ حروف کا بولنا اور اپنی خصوصیات کا اظہار تو اولیاء اللہ کے لیے ثابت ہے انبیاء علیہم السلام کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے اور پھر امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفعت کا کیا کہنا

حکایت لقمان حکیم ایک دفعہ لقمان حکیم نے اپنے شاگرد کو باغ میں بھیج کر فرمایا کہ باغ کی بوٹیوں وغیرہ میں اعلان کر دو کہ لقمان مر گیا ہے جو جواب سنو مجھے بتلاؤ۔ شاگرد نے اعلان کیا تو صرف ہلیلہ بولی کہ اگر مجھے کھاتے رہتے تو نہ مرتے شاگرد نے آکر سنایا تو آپ نے فرمایا۔ دوبارہ اعلان کر دو کہ ہلیلہ میں خشکی نہ ہوتی تو واقعی اس کا کھانے والے پر موت نہ آتی جب شاگرد نے نہ ہوتی حسب الحکم دوبارہ جا کر یہی مقولہ باغ میں سنایا تو ہلیلہ بولی لقمان نہیں مرا کیونکہ یہ راز سوائے لقمان کے اور کوئی نہیں جانتا۔

فائدہ اس قسم کے بے شمار واقعات بتاتے ہیں کہ عام اولیاء سے بھی حروف والفاظ و دیگر اشیاء گفتگو کرتی ہیں۔

یہاں تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات ہے کہ جن کے طفیل ہر صاحب کمال کو کمال اور ہر اہل علم کو علم کی دولت نصیب ہوئی۔

مودودی بولتا ہے اس عقیدہ میں مودودی سے اوپر (نیچری۔ پرویزی۔ مرزائی) اور نیچے وہابی دیوبندی، سب برابر ہیں لیکن مودودی کو امریکی ڈالر تیز طرار بنا گئے اسی لیے وہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بے ادبی و گستاخی میں کھلم کھلا

بے باک ہے وہ اس بحث کو یوں چھیڑتا ہے (وما کنت تتلوا من قبلہ الآیۃ) اس آیت میں استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پڑھ تھے الخ (معاذ اللہ)

فائدہ حضور علیہ السلام کو ان پڑھ لکھنا کہنا بے ادبی و گستاخی ہے (امّی کا معنی حضور علیہ السلام کے لیے بے پڑھا ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ان پڑھ کا مطلب ہے علم سے کورا۔ دوسرے کا معنی ہے کسی سے پڑھ کر عالم نہیں بنا بلکہ عطائے ایزدی سے اس کے بعد مودودی نے (ص۱۱ تا ص۵۱۳ تفہیم القرآن پ۲۱ ع۱) وہی لکھا جو ہم نے کہا لیکن ص۱۳ تا ص۱۵ تک گڑبڑ کی ہے۔ فقیر اسی کے متعلق عرض کرتا ہے۔

مودودی قرآن مجید کے اس بیان و استدلال کے بعد ان لوگوں کی جسارت حیرت انگیز ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواندہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں الخ

جواب ؛ جن ائمہ کرام رحمہم اللہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے نوشت و خواند کا ثبوت پہنچایا ہے وہ کوئی کسی مسجد کے امام و خطیب یا کسی مدرسے کے مدرس وغیرہ نہیں امام بخاری جیسے امام المحدثین کے اساتذہ اور اسلام کے اعلیٰ ستون ہیں ان پر جسارت کا اطلاق امریکی ڈالر والوں کی شرارت کے سوا کچھ نہیں تفصیل گذر چکی ہے۔ مزید وضاحت کی ضرورت نہیں اور قرآن فہمی اور احادیث دانی جتنا انہیں نصیب ہوئی۔ مودودی غریب تو ویسے بھی علم سے کورا ہے اس کے والیان نعمت دیوبند کے بڑے بڑے ستونوں کو ان کے سامنے طفل مکتب کہنا ان پاسبان دین بزرگوں کی علمی توہین ہے اور وہ صاف لکھ گئے ہیں کہ نزول وحی کے بعد جب کفار د

مشرکین اور اہل کتاب کے لیے مضبوط دلائل و براہین قائم ہو چکے تو پھر آپ کے لیے نوشت وخواند ثابت ہے اگرچہ آپ بلا وجہ اسے ایسے ظاہر نہیں فرماتے جیسے آپ کو لیلۃ القدر اور ساعۃ جمعہ اور قیام قیامت کی تعیین اور منافقین کے علم و دیگر بے شمار امور کے علم کے باوجود بنائے مصلحت ظاہر نہیں فرمایا۔ اور یہی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شایانِ شان ہے ورنہ مودودی جیسے توامی بمعنی ان پڑھ لکھنے کہنے تو آج تک اپنے لیے فخر سمجھ رہے ہیں۔

مودودی جن روایات کا سہارا لے کر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ حضورؐ لکھے پڑھے تھے یا بعد کو آپ میں آپؐ نے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا الخ

جواب :۔ یہ ائمہ کرام پر عظیم بہتان ہے کسی نے یہ نہیں لکھا اور دعویٰ کیا کہ لکھے پڑھے تھے یا لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم۔ سیکھ لیا تھا کا جملہ تو ایسا ذلیل جملہ ہے کہ مودودی کے سوا کسی دوسرے بد مذاہب کو ایسی جرأت نہ ہوئی اور نہ ہو گی۔ سیکھ لینے کا مطلب یہ ہوا کہ حضور علیہ السلام نے کسی کو استاد بنایا حالانکہ ایسا کہنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی سوائے علمائے دیوبند کے کہ انہوں نے براہین قاطعہ میں حضور علیہ السلام کو علمائے دیوبند سے اردو سیکھنے کی تہمت لگائی اور مودودی چونکہ اس پارٹی کا ریزہ خوار ہے اسی لیے جرأت کی تو اسکی سزا پا رہا ہو گا۔

انکارِ معجزہ ہاں ائمہ عظام رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ ضرور لکھا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ معجزہ تھا کیونکہ جب کفار مشرکین اور اہل کتاب پر اپنی نبوت کی مضبوط حجت قائم فرما چکے

اب انہیں اس قسم کے افتراء کی جرأت نہ رہی کہ وہ کہہ سکیں کہ آپ لکھے پڑھے تھے اسی لیے قرآن اور تعلیم اسلام اسی علمی قوت کے ذریعے پھیلا رہے ہیں۔ اگرچہ ضد اور ہٹ دھرمی سے کہتے بھی رہے لیکن اہل دانش وفہم کو خاموشی کے سوا چارہ نہ تھا۔

ہم دلائل کے ساتھ ائمہ کرام ومشائخ عظام کی عبارات لکھ چکے ہیں کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کے امی ہونے کے باوجود نوشت وخواند کو معجزہ سے تعبیر کیا ہے اور معجزات سے مودودی کو ویسے بھی خدا واسطے کا بیر ہے۔ جب اسے بڑے مضبوط ومشہور اور متواتر روایات سے ثابت شدہ معجزات نہیں بھاتے (مثلاً شق القمر اور رد الشمس کے معجزات کا مودودی منکر ہے) اس کے رد میں فقیر نے دو کتابیں لکھی ہیں) تو یہ معجزہ جو صحاح کے اشارات اور ضعاف کی تصریحات سے ثابت ہے کب مانتا ہے اور اس کے نہ ماننے سے کمالات نبوت میں فرق نہیں پڑتا اس کا اپنا انجام برباد ہوا اور ساتھ ہی ان کا بھی جو اس کی تحقیق کو حق مانتے ہیں۔

مودودی اور روایت بخاری ائمہ کرام واسلاف صالحین رحمہم اللہ نے چونکہ نوشت وخواند کا معجزہ بخاری شریف کی حدیث کے صریح الفاظ سے استدلال کیا ہے تو اسے مودودی نے غلط ثابت کرنے میں جو کاریگری دکھائی ہے وہ ملاحظہ ہو۔

(۱) بخاری شریف کے ابواب مختلفہ سے الفاظ مختلفہ نقل کئے تاکہ قارئین سمجھیں کہ مودودی نے بڑا پہاڑ توڑا ہے حالانکہ اس سے اس کی مراد یہ ہے کہ سطحی طور قارئین سمجھ لیں کہ بخاری شریف کے الفاظ مختلف ہیں تو اس میں ضرور کوئی نہ کوئی گڑبڑ ہے۔ چنانچہ مودودی کی یہ کاریگری کارگر ثابت ہو گئی اور وہ اپنے

معتقدین کی نظروں میں کامیاب ہوگیا۔ چنانچہ لکھا کر

روایات کا یہ اضطراب صاف بتارہا ہے کہ بیچ کے راویوں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے الفاظ جوں کے توں نقل کیے ہیں اس لیے ان میں کسی ایک کی نقل پر ایسا مکمل اعتماد نہیں کیا جاسکتا الخ (تفہیم القرآن ص۱۴ پ۲۱)

جواب :- (۱) مودودی اپنی منوانے پر بخاری جیسی مستند کتاب اصح الکتب بعد القرآن سے بھی اعتماد ختم (انا للہ وانا الیہ راجعون) یہی بات منکرین حدیث، پرویزی کہتے ہیں۔

(۲) بخاری شریف کے راویوں کو مودودی نے اخبار جنگ ونوائے وقت کے نامہ نگار سمجھ رکھے ہیں کہ جیسے یہ حضرات اُدھر اُدھر مارنے کے کاریگر ہیں بخاری شریف کے راوی بھی ایسے ہوں گے (معاذ اللہ) کاش مودودی غریب اصول حدیث پڑھ لیتا تو اسے ایسی مذموم حرکت پر جرأت نہ ہوتی اسے اور جملہ اہل اسلام کو یاد رکھنا چاہیئے کہ بخاری شریف کا درجہ بعد القرآن اس لیے نہیں کہ وہ امام بخاری کی تصنیف ہے بلکہ اس لیے کہ امام بخاری کا ہر راوی روایت کی صحت میں اتنا مضبوط پہاڑ ہے کہ دنیا ساری کی ساری بدل جائے مگر وہ اپنی روایت کے بیان میں سرِمو نہ بدلے گا ہاں الفاظ کا مختلف ہونا بھی ایک قاعدہ اصول حدیث پر مبنی ہے۔ وہ یہ کہ راوی کے مطلب کے بیان میں الفاظ مختلف ہوجائیں تو حرج نہیں اسے روایت بالمعنی کہا جاتا ہے لیکن مودودی کو اس سے کیا غرض اس نے غلط عقیدہ کے اظہار میں وہی کرنا ہے جو دورِ حاضرہ کی گندی سیاست میں سیاست دان کیا کرتے ہیں سچ کہا کوثر نیازی نے کہ مودودی حدیث کے مطلب بیان کرنے میں وہی ہاتھ دکھا جاتا ہے جو ایک سیاسی اپنی سیاست کے لیے کرگزرتا ہے۔

قارئین مودودی کی اس عیاری کو سامنے رکھ کر سوچیں کہ اکیلا مودودی دغابازی سے اسلاف صالحین کے دلائل کا انکار کرتا ہے تو وہ اپنے انجام بد کو پہنچ چکا تم تو اس کی نحوست کو اپنے گلے کا ہار نہ بناؤ۔

فیصلہ کن جملہ کتاب المغازی حدیث بخاری شریف کے فیصلہ کن جملہ ہے۔

فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولیس یحسن یکتب فکتب۔	پس حضور علیہ السلام نے وہ تحریر لے لی در آنحالیکہ آپ لکھنا نہ جانتے تھے اور آپ نے لکھا۔

اس روایت سے ہی آئمہ کرام واسلاف صالحین رحمہم اللہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لکھنا پڑھنا ثابت کیا اور وہ بھی بطور معجزہ اور یہ مان کر کہ آپ اس سے پہلے لکھنا نہ جانتے تھے لیکن یہاں لکھا یہ آپ کا معجزہ اور حدیث کا یہی حقیقی معنیٰ ہے اس میں مجاز کا احتمال از خود پیدا کرنا اور حقیقی معنیٰ چھوڑ کر مجازی معنیٰ لینا جب کہ حقیقی معنیٰ ہو سکتا ہے یہ شان نبوت سے بُخل اور کنجوسی کی دلیل ہے۔

مودودی کی ہیرا پھیری کا نمونہ مذکورہ بالا بیان کے بعد مجازی معنیٰ لینے میں مودودی کا حیلہ بہانہ ملاحظہ ہو وہ لکھتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ صحیح صورت واقعہ یہ ہو کہ جب حضرت علی نے رسول اللہ کا لفظ مٹانے سے انکار کردیا تو آپ نے اس کی جگہ پوچھ کر یہ لفظ اپنے ہاتھ سے مٹادیا ہو اور پھر ان سے یا کسی دوسرے کاتب سے ابن عبداللہ کے الفاظ لکھوائے ہوں۔ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر صلحنامہ دو کاتب لکھ رہے تھے ایک حضرت

علی دو سرے محمد بن مسلمہ :

جواب :- ہو سکتا ہے سے موجودہ سیاست کی گاڑی تو چل سکتی ہے لیکن دین کا مسئلہ ایسے ممکنہ الفاظ کا روادار نہیں۔ پھر جب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ازراہ ادب لکھنے سے انکار کر دیا ہے تو پھر کون سا بے ادب وہاں ہوگا جس نے لکھنے کی جرأت کی ہوگی جب کہ فقیر پہلے سیرۃ حلبی کے حوالہ سے لکھ آیا ہے کہ صحابہ کرام نے جونہی مٹانے کا نام سنا تو جھگڑا برپا کھڑا کر دیا۔ یہاں تک کہ حضور علیہ السلام نے خود مداخلت فرمائی اور خود علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ کاغذ کو ہاتھ سے رکھ دیا اور ہاتھ تلوار پر لپک گئے۔ الخ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۶۴)

مودودی کا لکھنا کہ اس وقت صلحنامہ لکھنے والے دو کاتب تھے حضرت علیؓ اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہما۔ اس جملہ میں اضافہ کا کیا مطلب اس سے کسے انکار ہے کہ اس وقت دو کاتب نہ تھے لیکن سوال یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے انکار کے بعد لکھا کس نے صحابی تو ایسی جرأت نہیں کر رہے کوئی وہابی ہے تو اس کی نشاندہی کرو۔ اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا نام لکھ کر ہیرا پھیری سے کام لینا کہ ممکن ہے وہ ہوں یہ مودودی ذہن کی اختراع ہے اور فاخذ رسول اللہ وکتب ،، دونوں کے حقیقی معنیٰ چھوڑ کر بلاوجہ مجاز کا دامن پکڑنے کا کیا معنیٰ۔

کاش مودودی اصول فقہ کی کوئی چھوٹی سی کتاب پڑھ لیتا تو اتنا بڑی جرأت نہ کرتا۔ اس لیے اصول فقہ کا مسلّم قاعدہ ہے کہ پانچ مقامات ایسے ہیں۔ جہاں حقیقی معنیٰ ترک کر کے مجازی معنیٰ لینا ہی ضروری ہے تا کہ معجزہ کا اظہار ہو۔ لیکن مودودی کو تو معجزہ کے نام سے ڈر لگتا ہے۔

فیصلہ اسلاف

حضرت علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ نے لکھا کہ صلح حدیبیہ میں آپ کی کتابت کو مجازہ پر محمول کرنا خلاف ظاہر ہے۔ شرح مسلم میں علامہ نووی نے قاضی عیاض سے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حدیث کے یہ لفظ کہ آپ اچھی طرح کتابت سے واقف نہ تھے لیکن آپ نے لکھا۔ تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنفسہٖ لکھا۔ ان لفظوں کو بلا ضرورت مجاز کی طرف پھیرنا خلاف ظاہر ہے۔

حضور سرور عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امیت کے دلائل کو آپ کے ابتدائی دور پر اور آپ کی کتابت کے دلائل کو اخیر دورِ مبارک پر حمل کر لیا جائے۔ دلائل کو اس طرز منطبق کرنے میں بحث کا رُخ زیادہ بہتر شکل میں سامنے آتا ہے۔ (روح المعانی پ ۲۱ ص ۵)

دوہرا معجزہ

حضور سرور عالم شفیع المعظم نور مجسم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا امی ہونے کے بعد کتابت سے واقف ہو جانا قرآنی آیت کے منافی نہیں بلکہ یہ آپ کا مستقل دوسرا معجزہ ہے کیونکہ یہ واقفیت بغیر کسی تعلیم کے ہوتی تھی۔

مودودی کا آخری وار

آخر میں مودودی نے اس روایت کو بھی ضعیف لکھ مارا جس سے صراحۃً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نوشت وخواند کی تصریح ہے اور حوالہ دیا ابنِ کثیر کا۔ یہ وہی مثال ہے وہ بھی ابنِ تیمیہ کا مقلّد ہے اور مودودی بھی اس کا تو پھر ہم کس طرح اس کا حوالہ مانیں۔

اگر سند کے اعتبار سے ضعیف بھی ہو تب بھی اصول حدیث کے متفق علیہ فیصلہ پر معجزات اور فضائل و کمالات میں ایسی روایات

تمام محدثین کے نزدیک معتبر ہوتا ہے مودودی نہ محدث نہ مفسر یہ تو لیڈر ہے لیڈروں کو علمی قواعد واصول سے کیا تعلق۔

عقلی ڈھکوسلہ

مودودی نے عقلی دلیل خوب دی ہے مثلاً لکھا کہ دوسرے اس کی کمزوری یوں بھی واضح ہے کہ اگر حضور نے فی الواقع بعد میں لکھنا پڑھنا سیکھا ہوتا تو یہ بات مشہور ہو جاتی بہت سے صحابہ اس کو روایت کرتے اور یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ حضور نے کس شخص سے یا کن اشخاص سے یہ تعلیم پائی تھی۔

جواب:۔ اس بیان میں بھی مودودی نے وہی ہاتھ دکھایا ہے جو سیاسی لیڈر موجودہ سیاست میں دکھاتے ہیں۔ ائمہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نوشت وخواند سیکھنے کا دعویٰ کب کیا تھا یا کون کہتا ہے کہ آپ نے نوشت وخواند کسی سے سیکھی تھی۔ مودودی نے دھوکہ وفریب کی بدترین مثال قائم کی ہے اس سے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نوشت وخواند معجزہ نہیں عطائے ربانی نہیں بلکہ کسبی ہے اور تاثر دیا ہے کہ قائلین (ائمہ) حضور علیہ السلام کا کسی سے سیکھنے کے قائل تھے (معاذاللہ) اس طرح کے دھوکہ سے جہال اس کی دام تزویر میں آسانی سے پھنس سکتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نوشت وخواند کی شہرت کا مطالبہ اسی طرح کا ہے جیسے شق القمر کے منکرین نے مطالبہ کیا تھا تو ان کو منہ کی کھانی پڑی پرستاران مودودی کو یقین ہونا چاہیئے کہ یہ نوشت وخواند حضور علیہ السلام نے بطور معجزہ بوقت ضرورت ظاہر فرمائی اور ضروری نہیں کہ ہر معجزہ ہر وقت ہر ایک کو دکھایا جائے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ناقلین معجزہ کی بہت بڑی جماعت ہو اور یہ بھی مودودی نے دھوکہ دیا کہ نوشت وخواند

مشہور ہوتی ہے فقیر پہلے عرض کر چکا ہے کہ نوشت وخواند حضور علیہ السلام کے ان علوم میں سے جن کے مخفی رکھنے کا امر تھا جب اسے مخفی رکھنے کا امر ہے تو مودودی کا مطالبہ اسی طرح کا ہے جیسے کفار ومشرکین ناجائز اور بے جا مطالبہ کرتے تھے۔

عون بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

بعض محدثین کرام (سیرت حلبیہ) نے عون بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو صحابی مانا ہے اور صحابی کو صحابی نہ ماننا یہ ان کی توہین ہے اور ایسی توہین تو مودودی کا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے جب اس کی ایسی توہینوں سے بڑے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم نہ بچ سکے تو یہ عون بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اس کے نزدیک کون لگتا ہے۔

اگر تابعی ہیں تو بھی ان کی حدیث بیانی میں فرق نہیں آتا اس لیے کہ یہ امام بخاری کے استاذ ابن ابی شیبہ کے بیان کردہ راوی ہیں کوئی اخبار کے کالم نویس نہیں ان کی روایت پر اعتبار نہ کیا جائے۔ افسوس ہے کہ مودودی علم اصول حدیث سے محروم ہو کر لکھ رہا ہے کہ انہیں کس صحابی یا کن صحابیوں سے اس واقعہ کا علم ہوا۔ (تفہیم القرآن ص۱۵، پ۲۱)

مودودی کا یہ قاعدہ مان لیا جائے تو احادیث کے دو تہائی حصہ سے ہاتھ دھونا پڑے اس لیے کہ اگر راوی ثقہ ہے تو اس کے لیے یہ مطالبہ بے سود ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم و دیگر بے شمار صحابہ کرام کی روایات اسی طرح ہیں کہ وہ جن سے روایت کرتے ہیں ان کا نام نہیں لیتے اور یہی حال اکثر تابعین کا ہے اسی لیے علم اصول حدیث میں قاعدہ مسلم ہے کہ صحابی کی ایسی روایت علی الاطلاق

قابلِ قبول ہے اس لیے الصحابہ کلہم عدول خلافاً للرفضۃ والمودودی (وغیرہم)
اور اگر راوی تابعی ثقہ ہے تو بھی وہ روایت مستند ہے ورنہ ضعیف وغیرہ
اب مودودی اور اس کے معتقدین کو کون سمجھائے کہ جب تمہیں اصول وقواعد
کا علم نہیں تو پھر کیوں خواہ مخواہ اپنا بیڑا غرق کرتے ہو کر اصول اسلام کو موجودہ
سیاست کے غلط طریقوں اور گندے اصولوں پر قیاس کر کے صدیوں پہلے
عقائد ومسائل متفق علیہ کا انکار در انکار کرتے چلے جا رہے ہو۔

نوٹ: برادرانِ اسلام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اسلاف صالحین رحمہم اللہ
نے ہر مسئلہ وعقیدہ کی تحقیق میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ بسا اوقات انہیں قید وبند
کی صعوبتیں بھی برداشت کرنی پڑتیں پھر بعض مسائل تو ویسے بھی اُلجھے رہتے
لیکن اکثر ایسے سُلجھتے کہ تمام محققین اس مسئلہ پر متفق ہو جاتے وہ خوش قسمت
مسئلہ ہذا بھی ہے کہ خیر القرون سے لیکر ابن حزم کے دور تک متفق علیہ رہا۔ غالباً
ابن حزم نے اس کے خلاف سر اٹھایا تو حضرت امام ابوالولید باجی رحمۃ اللہ نے
اس کی سرکوبی کے لیے اس کے علاقہ میں تشریف لے گئے۔ اور انہیں ایسا
دبایا کہ پھر اس کے مرنے کے بعد تا تحریک وہابیت کسی نے اس مسئلہ میں اختلاف
نہیں کیا۔ چونکہ وہابیت چند بد مذاہب (ابن حزم۔ داؤد ظاہری۔ خوارج و
معتزلہ وابن تیمیہ) کی گستاخیوں اور بے ادبیوں کا دوسرا نام ہے اسی لیے
دوسرے متفق علیہ مسائل کے ساتھ اس مسئلہ کو اختلافِ وہابیت میں شامل کر
لیا گیا۔ اور یہ مسئلہ چھ گوشوں میں چھپا رہا مودودی نے وہابیت کا حق ادا کر دیا کہ
"تفہیم القرآن" میں چند صفحات پر پھیلا دیا۔ اور سمجھا ہو گا کہ اس نے تحقیقی میدان فتح
کر لیا۔ کاش آج زندہ ہوتے تو اسے پتہ چلتا کہ اس نے جو کچھ لکھا اپنی عاقبت
برباد کی۔

نوٹ: چونکہ دورِ سابق میں اس مسئلہ کا امام باجی نے حق ادا کر دیا۔
اگر چہ اس میں انہیں تکالیف اور ذہنی پریشانیاں بھی برداشت کرنی پڑیں۔
اسی لیے ان کا تعارف مع ان کی اس مسئلہ کی کاوش عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

تعارف

حضرت الامام الباجی رحمۃ اللہ علیہ

سلیمان نام ابوالولید کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے۔
سلیمان بن خلف بن سعید بن ایوب بن وارث التجیبی الباجی القرطبی
۴۰۳ھ میں باجہ (جو اشبیلیہ کے پاس ایک شہر ہے) میں پیدا ہوئے اور
قاضی یونس بن عبداللہ، مکی بن ابی طالب، محمد بن اسماعیل اور ابوبکر محمد جیسے
نادرِ روزگار علماء سے علوم کی تحصیل کی۔ ۴۲۶ھ میں حج کیا اور تین سال تک
حرمین میں مجاورت اختیار کی اور حافظ ابوذر سے استفادہ کیا پھر بغداد اور
دمشق پہنچے یہاں ابوالقاسم بن طبیز، علی بن موسیٰ سمسار، سکن بن جمیع صیدادی،
محمد بن علی صوری اور اس طبقہ کے علماء سے سماع کیا، قاضی ابوالطیف طبری،
قاضی حسین صمیری اور ابوالفضل مالکی سے فقہ میں بصیرت حاصل کی، موصل میں
ابوجعفر سمنانی کے پاس ایک سال رہ کر عقلیات میں کمال پیدا کیا اور جب
ہر فن میں کامل دستگاہ ہو گئی تو اندلس گئے۔ اور درس وتدریس کا شغل
اختیار کیا اور بڑے بڑے مناصب پر فائز ہوئے، بلند پایہ متکلمین، فقہاء
اور حفاظ میں ان کا شمار ہے۔ جب اندلس میں علماء ابن حزم سے تنگ آ گئے
تو ابنِ حزم کو لاجواب کرنے کے لیے ان ہی کو میدان میں لایا گیا تھا۔ حافظ

ابو نصر بن ماکولا کا بیان ہے۔

امام الباجی ذوالوزارتین ابوالولید فقیہ، متکلم، ادیب، شاعر سمع بالعراق و درس الکلام وصنف...... وکان جلیلا رفیع القدر والخطر۔

لیکن ابوالولید باجی صاحب وزارتین فقیہ تھے متکلم اور ادیب و شاعر بھی تھے۔ عراق میں حدیثیں سنیں۔ علمِ کلام پڑھا اور کتابیں لکھی تھیں۔ موصوف بلند پایہ اور بلند رتبہ عالم تھے۔

حافظ ابو علی ابن سکرہ فرماتے ہیں۔

ماراَیت مثل ابی الولید الباجی وماراَیت احداً علی سمتہ وہیئتہ وتوقیر مجلسہ ولما کنت ببغداد قدم ولدہ ابوالقاسم فسرت معہ الی شیخنا قاضی القضاۃ الشامی فقلت لہ ادام اللہ عزک ھذا ابن شیخ الاندلس فقال، لعلہ ابن الباجی؟ قلت نعم، فاقبل علیہ۔

میں نے ابوالولید باجی کے مثل نہیں دیکھا اور نہ ان کی ہیئت و سیرت پر کسی کو دیکھا ان کے جیسی باوقار مجلس دیکھی اور جب میں بغداد میں تھا اس موقع پر ان کے فرزند ابوالقاسم آئے۔ تو میں ان کے ساتھ ہمارے شیخ قاضی القضاۃ شامیؒ کے پاس پہنچا اور میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو معزز رکھے۔ یہ شیخ اندلس کے فرزند ہیں، انہوں نے فرمایا اچھا یہ ابن الباجی ہیں۔ میں نے عرض کیا ہاں تو وہ اُن کی طرف ہوئے۔

امام باجی تحقیق کے میدان میں

اہل علم کو معلوم ہے کہ تحریر و تقریر اور تدریس کے میدان میں اتنا مشکل نہیں جتنا مخالفین کے نرغہ میں پھنس کر میدان جیتنا مشکل ہے۔

حضرت امام باجی رحمۃ اللہ کا مقابلہ ایک زبردست بدمذہب ابن حزم کے ساتھ تھا اس کی علمی و بدمذہبی شہرت تصانیف اسلامیہ میں کسی سے مخفی نہیں۔ ابن حزم کے معارضات کے دوران آپ نے ایک تصنیف لکھی جس کا یہی موضوع تھا آپ کی کتاب جونہی معرض وجود میں آئی تو آپ کے خلاف زبردست طوفان برپا ہوا۔ حضرت علامہ سید آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر روح المعانی (ص ۴ ج ۲۲) میں اور حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ (ص ۲۹۸ ج ۴) میں لکھتے ہیں

لما قال ابوالولید ذلک طعن فیہ ورمی بالزندقۃ وسب علی المنابر وان الفرعقالہ یخالف القرآن قال قائلہم ــــ
برئت ممن شری دنیا بآخرۃ ـ وقال ان رسول اللہ قد کتبا

اس کے باوجود آپ نہ گھبرائے حاکم وقت نے مجلس مناظرہ قائم فرمائی (مرقات) اس مجلس مناظرہ میں کیا ہوا مذکورہ بالا محققین لکھتے ہیں۔

فاشتھر الباجی علیہم کالاویہ من المعرفۃ (مرقات ص ۲۹۸ ج ۴)

امام باجی رحمۃ اللہ علیہ اپنی علمی عرفانی قوت سے ان سب مخالفین پر غلبہ پا گئے۔

اجماع العلماء

امام باجی رحمۃ اللہ علیہ نے جب میدان جیت لیا تو مسئلہ مذکورہ کو حاکم وقت اطراف عالم میں موجودہ علماء کرام کو تصدیق کے لیے تمام روئداد بھیجی تو سب نے امام باجی کے حق میں فیصلہ دیا اور وہ تصدیق کنندگان ایسے ائمہ کرام تھے جن کے ریزہ چین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے جیسے اور محدثین کرام رحمہم اللہ ہیں۔ مختصر فہرست ملاحظہ ہو۔

مرقات شرح مشکوٰۃ صفحہ ۲۹۵/۴ میں ہے۔

وذکر ابن دحیۃ ان جماعۃ من العلماء وافقوا الباجی علی ذلک منهم شیخہ ابوذر الهروی وابو الفتح النیشاپوری وآخرون من علماء افریقۃ۔

ابن دحیہ نے ذکر فرمایا کہ علماء کی ایک جماعت امام باجی کے متفق ہیں ان میں ایک اپنے شیخ ابوذر ہروی اور ابوالفتح نیشاپوری اور دیگر علمائے افریقہ۔

فائدہ مذکورہ علمائے کرام امام وقت تھے جن کی اجتہادی قوت مسلّم ہے۔ وہ حضرات یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امی تھے کہ آپ لکھنا پڑھنا جاننے کے باوجود لکھتے پڑھتے نہیں تھے ہاں بطور معجزہ کبھی کبھی اس کا اظہار بھی فرماتے تھے۔ اس کے برعکس جاہلانہ عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ آپ نہ کچھ پڑھ سکتے اور نہ لکھ سکتے تھے۔

امام باجی محققین اور ناقدین کی نظر میں

امام ذہبی رحمۃ اللہ کی نظر میں اہل علم کو معلوم ہے کہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی تنقید سے بہت کم محدثین بچ نکلے ہیں۔ لیکن بحمد للہ ہمارے ممدوح امام باجی رحمۃ اللہ علیہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی تنقید کا نشانہ نہیں بلکہ عقیدت کے پھول برسائے ہوئے ہیں چنانچہ یہی

شمس الدین ذہبی تذکرۃ الحفاظ، ج ۳ ص ۸، ۱۱ میں تحریر فرماتے ہیں

برع فی الحدیث وعللہ ورجالہ وفی الفقہ وغوامضہ وخلافہ وفی الکلام ومعانیہ، ورجع الی الاندلس بعد ثلاثۃ عشر عاما بعلم جم حصلہ مع الفقر والتعفف۔

باجیؒ نے حدیث میں علل اور رجال حدیث میں فقہ، دقائقِ فقہ اور خلافیات میں کلام اور اس کے پیچیدہ مسائل میں مہارت پیدا کی اور تیرہ سال کے بعد بڑا علم حاصل کر کے فقر اور استغناء کے ساتھ اندلس واپس آئے تھے۔

(۱) روی عنہ الحافظان ابوبکر الخطیب وابو عمر بن عبد البر وهما اکبر منہ وابو عبد اللہ الحمیدی وعلی بن عبد اللہ الصقلی واحمد بن علی غزلون والحافظ ابو علی الصدفی وولدہ الامام ابو القاسم احمد بن ابی الولید الزاهد وابوبکر الطرطوشی وابو علی بن سهل السبتی وابو بحر سفیان بن العاص..... وخلق سواهم وتفقہ بہ الاصحاب۔

ان سے ابوبکر خطیب اور ابو عمر بن عبد البر دونوں حافظ حدیث نے جو عمر میں اُن سے بڑے تھے اور ابو عبد اللہ حمیدی، علی بن عبد اللہ صقلی، احمد بن علی غزلون، حافظ ابو علی صدفی اور ان کے فرزند ابو القاسم احمد بن ابی الولید زاہد، ابوبکر طرطوشی، ابو علی بن سہل سبتی، ابو بحر سفیان بن العاص..... اور ان کے علاوہ ایک خلقت نے ان سے روایت کی ہے اور لوگوں نے ان سے فقہ حاصل کی ہے۔

(۲) حضرت قاضی عیاض مالکی کہتے ہیں۔

نشا علمہ وهیبت الدنیا لہ وعظم جاهہ واجزلت صلاتہ حتی مات عن مال وافر وکان یستعملہ الاعیان

اُن کا علم پھیلا اور دُنیا ان کے لیے مسخر ہوگئی ان کا مرتبہ بلند ہوا بڑے بڑے صلے اُن کو ملے یہاں تک کہ

فی ترسلهم ویقبل جوائزهم ولی
القضاء بمواضع من الاندلس
وصنف کتاب المنتقیٰ فی الفقه
وکتاب المعانی فی شرح الموطأ
جاء فی عشرین مجلدا عدیم النظیر
..... وقد کان صنف کتابا
کبیرا جامعًا بلغ فیه الغایة
سماه کتاب الاستیفاء.......
ولما قدم الاندلس وجد لکلام
ابن حزم طلاوة الا انه کان
خارجًا عن المذهب ولم یکن
بالاندلس من یشتغل بعلمه فقصرت
السنة الفقهاء عن مجادلته و
کلامه واتبعه علی رأیه جماعة
من اهل الجهل وحل بجزیرة
میورقة فراس بها واتبعه
اهلها فلما قدم ابوالولید کلموه
فی ذالک فرحل الیه وناظره
وشهر باطله وله معه
مجالس کثیرة۔

تونگری کی حالت میں اُن کا انتقال
ہوا۔ اعیانِ مملکت اپنی خط وکتابت
کے لیے ان کی خدمات حاصل کرتے
تھے اور یہ ان سے اس کا صلہ قبول
فرماتے تھے۔ اندلس میں متعدد
جگہ قاضی مقرر ہوئے اور فقہ میں
کتاب المنتقیٰ تصنیف کی اور
موطاؔ کی بے نظیر شرح کتاب المعانی
بیس جلدوں میں لکھی۔ انہوں نے
ایک بڑی جامع کتاب تصنیف کی
جس میں انتہا کردی ہے اس کا نام
کتاب الاستیفاء ہے..... جب
اندلس میں آئے تو ابن حزم کے کلام
کا بڑا زور تھا۔ مگر ابن حزم کو مذاہب
اربعہ سے باہر پایا اور اندلس میں کوئی
ایسا نہ تھا جس کو اُس کے علم کے ساتھ
شغف ہوتا بلکہ فقہا کی زبانیں اُس کے
مقابلے اور معارضہ سے گنگ تھیں
اور جاہلوں کی ایک جماعت اُس کی
رائے پر چلتی تھی، وہ جزیرۂ میورقہ
میں آکر فروکش ہوا اور وہاں کا قائد بن گیا۔ اہلِ میورقہ اس کے تابع ہوگئے۔

جب ابوالولید آئے تو انہوں نے اس سے گفتگو کی اور اس کے پاس گئے، مناظرہ کیا اور اُس کی بے بنیاد باتوں کو عام کر دیا۔ ان کی ابن حزم کے ساتھ بڑی مجلسیں گرم رہی ہیں۔

(۳) مورخ ابن بسام کا بیان ہے۔

بلغنی عن الفقیه ابی محمد بن
حزم انه کان یقول لم ار لاصحاب
المذهب المالکی بعد القاضی
عبدالوهاب مثل ابی الولید الباجی۔

مجھے فقیہ ابو محمد بن حزم سے یہ
خبر پہنچی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ مذہب
مالکی میں قاضی عبدالوہاب کے بعد
ابوالولید باجی جیسا عالم نہیں ہوا۔

(دیباج المذہب، ص ۱۲۱)

(۴) حافظ شمس الدین ذہبی کتاب العبر میں لکھتے ہیں۔

روی عن یونس بن عبداللّٰه
بن مغیث ومکی ابن ابی طالب
وجاور ثلاثة اعوام ولزم
اباذر الهروی وکان معه الی السراة
ثم رحل الی بغداد والی دمشق
وروی عن عبدالرحمٰن بن الطبیز
وطبقته واخذ علم الکلام بالموصل
عن ابی جعفر السمنانی وسمع الکثیر
وبرع فی الحدیث والفقه
والاصول والنظر ورد الی وطنه
بعد ثلاث عشرة سنة بعلم جم

موصوف یونس بن عبداللہ بن مغیث
اور مکی بن ابی طالب سے راوی ہیں،
تین برس تک حرم میں مجاورت
کی اور ابوذر ہروی رح کی صحبت اختیار
فرمائی اور ان کے ساتھ سراۃ تک گئے
پھر بغداد اور دمشق کی طرف سفر کیا۔
اور عبدالرحمٰن بن طُبیز اور اس طبقہ کے
علماء سے روایت کی، موصل میں ابوجعفر
سمنانی سے علم کلام کی تحصیل کی اور بہت
سی حدیثوں کا سماع کیا، حدیث، فقہ،
اصول ونظر میں مہارت پیدا کی۔

مع الفقر والقناعة وكان يغوب
ورق المذهب للغزل ويعقد
الوثائق ثم فتحت عليه الدنيا
واجزلت صلاته وولي قضاء راماكن
ووصف التصانيف الكثيرة قال
ابو علي بن سكرة: ما رأيت
احداً على سمته

اور تیرہ برس کے بعد بہت سے
علوم کے ساتھ نیز استغنا اور
قناعت کی دولت سے مالا مال ہوکر
وطن واپس آئے۔ موصوف ہرن کی
جھلی میں سونے کے ورق کوٹنے
اور وثیقہ نویسی میں ضرب المثل
تھے، پھر ان پر دنیا کشادہ ہوگئی اور
ان کو بڑے انعام ملے اور مختلف مقامات پر قضاء کے عہدہ پر فائز ہوئے، بہت سی کتابیں تصنیف، ابو علی بن سکرہ کا بیان ہے کہ میں نے ان کے اوصاف کا حامل کوئی نہیں دیکھا۔

۱۷ رجب ۴۹۴ھ میں انتقال ہوا۔

تصنیفات

موصوف کی تالیفات میں حسب ذیل کتابیں مشہور ہیں۔

(۱) کتاب الاستیفا فی شرح الموطا۔ (۲) کتاب المنتقی فی شرح الموطا۔
(۳) کتاب السراج فی علم الحجاج۔ (۴) کتاب المسائل الخلاف۔
(۵) کتاب المقتبس من علم مالک بن انس (۶) کتاب المہذب فی اختصار المدونۃ۔
(۷) کتاب شرح المدونہ (۸) کتاب اختلاف الموطا۔
(۹) کتاب مختصر المختصر فی مسائل المدونۃ (۱۰) کتاب احکام الفصول فی احکام الاصول۔
(۱۱) کتاب الحدود فی اصول الفقہ۔ (۱۲) کتاب الاشارۃ فی اصول الفقہ۔
(۱۳) کتاب سنن المنہاج وترتیب الحجاج۔ (۱۴) کتاب التسدید الی معرفۃ طریق التوحید۔
(۱۵) کتاب فرق الفقہاء (۱۶) کتاب السنن فی الرقائق والزہد والوعظ
(۱۷) کتاب التعدیل والتجریح لمن خرج البخاری فی الصحیح۔
(۱۸) کتاب سبیل المہتدین (۱۹) کتاب سنن الصالحین وسنن العابدین۔

موصوف کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو

(۱) کتاب الصلہ (۲) بغیۃ الملتمس (۳) وفیات الاعیان
(۴) معجم الادباء (۵) نفح الطیب (۶) فوات الوفیات۔
(۷) تذکرۃ الحفاظ (۸) البدایہ والنہایہ (۹) الدیباج المذہب
(۱۰) النجوم الزاہرہ (۱۱) طبقات المفسرین (۱۲) روضات الجنات
(۱۳) ہدایۃ العارفین (۱۴) اتحاف النبلاء (۱۵) فوائد جامعہ

خلاصہ یہ کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھنا پڑھنا جانتے تھے لیکن بوجہ مصلحت اسے ظاہر نہ فرمایا کبھی بطور معجزہ ظاہر فرمادیا آپ کا امی ہوکر فصحائے عرب کو عاجز کردینا معجزہ ہے تو کسی سے پڑھنے نہ لکھنے کے باوجود بھی معجزہ ہے۔

مودودی کی نامرادی

دردمندان اسلام مودودی کی اس جرأت وبیباکی پر حیران نہ ہوں کہ وہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پڑھا لکھا نہیں مانتا بلکہ وہ تو بدقسمتی سے یہ بھی نہیں مانتا کہ حضور علیہ السلام کو جبرائیل علیہ السلام کی حاضری سے پہلے اپنی نبوت کا علم تھا بلکہ آپ کو اپنے ایمان ودین تک کا علم نہ تھا۔ چنانچہ اس ظالم کی ایک ظالم تحریر ملاحظہ ہو۔ وہ لکھتا ہے کہ نزول وحی کی کیفیت کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لیے پہلے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اچانک اس صورت حال سے سابقہ پیش آیا تھا۔ آپ کو اس سے پہلے کبھی یہ

گمان بھی نہ گذرا تھا کہ آپ نبی بنائے جانے والے ہیں۔ نہ اس کی کوئی خواہش آپ کے دل کے کسی گوشہ میں موجود تھی نہ اس کے لیے کوئی تیاری آپ پہلے سے کر رہے تھے اور نہ اس کے متوقع تھے کہ ایک فرشتہ اوپر سے پیغام لے کر آئے گا۔ آپ خلوت میں بیٹھ کر مراقبہ اور عبادت ضرور فرماتے تھے لیکن نبی بنائے جانے کا کوئی تصور آپ کے حاشیہ خیال میں نہ تھا۔ اسی حالت میں جب یکایک غارِ حرا کی اس تنہائی میں فرشتہ آیا تو آپ کے اوپر اس پہلے عظیم اور غیر معمولی تجربہ سے وہی گھبراہٹ طاری ہوئی جو لامحالہ ایسے حالات میں ایک بشر پر طاری ہونی چاہیئے۔ قطع نظر اس سے کروہ کیسا ہی عظیم الشان بشر ہو۔ یہ گھبراہٹ بسیط نہیں بلکہ مرکب نوعیت کی تھی طرح طرح کے سوالات حضور کے ذہن میں پیدا ہو رہے تھے جنہوں نے طبع مبارک کو سخت خلجان میں مبتلا کر دیا تھا۔ کیا واقعی میں نبی ہی بنایا گیا ہوں؟ کہیں مجھے کسی سخت آزمائش میں تو نہیں ڈال دیا گیا؟ یہ بارِ عظیم آخر میں کیسے اٹھاؤں گا۔ (سیرت سرور عالم ص ۱۳۶ ج ۲)

فائدہ اس عبارت سے ثابت کیا کہ فرشتہ کے وحی لانے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے کا معاملہ یا مبعوث ہونے کا علم تو الگ رہا سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیتوں کے نازل ہونے کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ جبرائیل کا علم ہوا نہ وحی اور قرآن کا نہ اپنے نبی اور صاحب کتاب ہونے کا۔

تبصرہ اویسی جب حضور کی نبوت کی پہلی بنیاد ہی شک پر رکھی گئی تو بعد میں جا کر کون سی ایسی نئی چیز سامنے آئی آئی تھی جس کے سبب یہ شک یقین سے بدل گیا جو جبرئیل پہلی بار وحی لے کر آیا وہی جبرئیل اخیر وقت تک وحی لاتا رہا جس قسم کے کلام کو اس نے پہلی

بار پیش کیا اسی قسم کا کلام اخیر وقت تک پیش کرتا رہا کوئی نئی چیز اس دوران رونما نہیں ہوئی۔ وہی حضور تھے وہی جبرئیل اور وہی قرآن! پھر کیا سبب ہے کہ پہلی پانچ آیتوں کا قرآن ہونا حضور کے نزدیک مشکوک ہو اور باقی آیتوں کا قرآن ہونا یقینی ہو پہلی مرتبہ جبرائیل کو اللہ کا فرستادہ یقین نہ کیا ہو، پھر کر لیا ہو، پہلے اپنے نبی ہونے کا یقین نہ ہو پھر کر لیا ہو۔

دشمنان اسلام کی ڈھارس مودودی نظریہ نے دشمنانِ اسلام کو موقعہ فراہم کر دیا اس لیے کہ اس نظریہ پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ جس شخص پر قرآن نازل ہوا جب اس کو ہی ابتداء میں اس کلام کے وحی الٰہی ہونے کا یقین نہیں تھا تو ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ہم اس کلام کو کلام خداوندی اور اس شخص کو صاحبِ کتاب نبی مانتے پھریں اگر مودودی کا نظریہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضور کو وحی کے بارے میں شک ہو سکتا ہے تو تمام وحی مشکوک ہو جائے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت قرآن اور اسلام ان میں سے کوئی چیز بھی یقینی نہیں رہے گی۔

ستم بالائے ستم ظلم کی حد ہو گئی کہ مودودی اپنے گندے عقیدے کو قرآن مجید سے ثابت کرنا چاہتا ہے چنانچہ لکھا کہ

وما کنت ترجوا ان یلقی الیک الکتاب (القصص ۸۶)	اور تم ہرگز اس کے امیدوار نہ تھے کہ تم پر کتاب نازل کی جائے،
ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان (الشوریٰ ۵۲)	تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہوتا ہے۔

یہ آیات اس باب میں بالکل قطعی الثبوت ہیں کہ نبوت کے منصب پر سرفراز

ہونے سے پہلے آپ اس بات سے بالکل بے خبر تھے کہ آپ نبی بنائے جانے والے ہیں (سیرت سرور عالم ص۱۰۸ ج۲)

ناظرین :- مودودی کے گندے اور غلیظ نظریات پڑھ کر عبرت حاصل کریں کہ اگر یہ نظریات کسی غیر مسلم کے قلم سے سرزد ہوتے تو مسلمانوں کا غیرت سے خون کھول جاتا لیکن اسے ایک، نہ صرف مسلم نما بلکہ بزعم خویش مفکر اسلام نے لکھ دیا ہے اسی لیے سوائے عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بھی مدعی اسلام کو خلش تک نہیں (انا للہ وانا الیہ راجعون)

ہماری تحقیق وعقیدہ

اہل اسلام کا عقیدہ وتحقیق یہ ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جملہ مخلوق سے پہلے پیدا ہوئے اور اسی وقت سے نبوت سے نوازے گئے اور عالم دنیا میں تشریف لانے سے پہلے اور بعد کو بھی نبوت سے موصوف تھے۔ ہاں چالیس سال کی عمر میں نبوت کا اظہار واعلان کیا اس اظہار واعلان سے پہلے (پیدائش سے لے کر تا اعلان) آپ کو اجمالی علم عطا کیا گیا تھا جوں جوں وقت آتا گیا آپ اس کا اظہار فرماتے گئے اسے فقیر نے دلائل کے ساتھ اپنی تصنیف غایۃ المامول فی علم الرسول میں بیان کیا ہے۔

مودودی کے استدلال کے جوابات

(۱) ہر بد مذہب کی عادت ہے کہ قرآن وحدیث ودیگر حوالہ جات ادھورے پیش کرتے ہیں ایسے ہی مودودی نے کھیل کھیلا پہلی آیت مکمل یوں ہے۔

وماکنت ترجوا ان یلقیٰ الیک الکتاب الا رحمۃ من ربک (القصص ۸۶)	اور تم امید نہ رکھتے تھے کہ کتاب تم کو بھیجی جائے گی ہاں تمہارے رب نے رحمت فرمائی۔ (کنزالایمان)

دوسری آیت مکمل یوں ہے۔

ماکنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلناہ نورا نہدی بہ من نشاء من عبادنا (الشوریٰ ۵۲)	اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ ایمان (احکام کی تفصیل) ہاں ہم نے اسے نور کیا جس سے ہم راہ دکھاتے اپنے بندوں سے جسے چاہتے ہیں۔ (کنزالایمان)

ان دونوں پر ناظرین غور فرمائیں کہ مودودی نے کتنا بڑا دھوکہ کیا کہ دونوں آیتوں کا دوسرا جز ظاہر نہیں کیا حالانکہ آیت کا مطلب تب صحیح بنتا ہے۔ جب انہیں مکمل پڑھا جائے ادھوری آیات پڑھ کر دھوکہ تو دیا جا سکتا ہے لیکن جہنم کی آگ سے بچنا مشکل ہے۔

لطیفہ

مودودی اور اس جیسے منکرین اسلام کا حال اس شخص جیسا ہے جس نے نماز پڑھنے کا انکار کر دیا اس کی گرفت کی گئی تو اس نے قرآن کی نص قطعی ثبوت پیش کر دی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا تقربوا الصلوٰۃ: نماز کے قریب نہ جاؤ، لوگوں نے کہا کہ آگے کا مضمون۔ وانتم سکاریٰ بھی ملاؤ تو جواباً کہا کہ میرا مقصد تو اسی سے پورا ہوتا ہے اس پر میں نے عمل کیا ہے آگے تم جانو اور تمہارا کام، یہی کیفیت مذکورہ بالا استدلال کی ہے۔

مودودی کی جہالت

چونکہ مودودی صحافت سے منکر اسلام بن بیٹھا اسے اسلامی درسیات کی کتب کی بو تک نصیب نہیں اسی لیے جگہ جگہ ٹھوکریں کھاتا ہے ورنہ درس نظامی کے ابتدائی کورس (نحو میر) میں صاف ہے کہ جس جملہ میں لفظ الا یا لکن

وغیرہما ہوں وہاں اِلَّا اور لکن سے پہلے کا مضمون کالعدم ہے اس مضمون کی جان اِلَّا اور لکن کے بعد ہے، مثلاً لا الٰہ الا اللہ اب کوئی مودودی کی طرح صرف لا اِلٰہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا انکار کرے تو مار کھا جائے گا کیونکہ اس نے مضمون کی جان کا انکار کیا ہے لیکن مودودی کون مار دے گا۔ یہ تو اب بذریعہ کشف اس سے کوئی پوچھ لے کہ اسے کتنا مار پڑ رہی ہے۔

سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ

مودودی و دیگر بد مذاہب کے مزاجوں سے عوام باخبر ہوں گے کہ وہ قرآن وحدیث کو اپنی مرضی کے مطابق بنانے کی فکر میں رہتے ہیں یہاں تک اگر معنوی بلکہ لفظی تحریف کا ارتکاب کرنا پڑے جیسے مودودی نے ان دونوں آیتوں میں کیا تو کر گزرتے ہیں ورنہ ہر مسئلہ پر اسلاف صالحین رحمہم اللہ کی تصریحات موجود ہیں ان سب نے یہی مطلب بیان کیا ہے چنانچہ بہت بڑے محقق مفسر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا۔

وماکنت ترجوا ان یلقی الیک الکتاب اِلَّا رحمۃ من ربک

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سوا آپ اور کسی سبب سے کتاب ملنے کی امید نہیں رکھتے تھے۔

کانہ قیل وما القی الیک الکتاب اِلَّا رحمۃ من ربک لکن ایضا اجزاؤہ علی ظاھرہ ای وماکنت ترجوا ایک اللہ برحمۃ فینعم علیک بذلک ای ماکنت ترجوا لا علیٰ ھذا (تفسیر کبیر ص ۲۶۲/۶)

گویا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا کہ آپ پر کتاب صرف اللہ کی رحمت سے نازل ہوئی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آیت کا ظاہری معنی مراد ہو یعنی آپ کو صرف اللہ کی رحمت سے توقع تھی کہ وہ آپ پر یہ کتاب نازل فرمائے گا۔

فائدہ

ثابت ہوا کہ حضورؐ کو کتاب ملنے کی امید تھی لیکن یہ امید صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وابستہ تھی کیونکہ نہ تو حضرت ھارون علیہ السلام کی طرح آپ کو کسی کی دعا سے نبوت ملی نہ حضرت یحییٰؑ و سلیمان علیہما السلام کی طرح بطور میراث نبوت حاصل ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ آپ کی نبوت پر کوئی ظاہری قرینہ یا کوئی دنیاوی سبب نہ تھا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ کو نبوت حاصل ہوئی۔

مودودی کی بیہودگی

ہمیں تو یہ لکھنا اور کہنا بھی گوارہ نہیں کہ (معاذ اللہ) حضور علیہ السلام اپنی نبوت اور ایمان وغیرہ سے بے خبر تھے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایسے عقائد سننے پر ہمارے جگر پھٹنے کو آتے ہیں لیکن بد مذاہب کا یہ حال ہے کہ ایسے عقیدہ بیان والے کو منکر اسلام کا لقب دیتے ہیں اور خود منکر اسلام کا اپنا حال یہ ہے کہ وہ ایسے عقیدہ پر نازاں ہے اور نبی علیہ السلام پر ایسی تہمت لگا کر ایسے گندے اور غلیظ انداز میں پھبتی اڑائی ہے کہ اگر دور سابق کا کوئی امتی بولتا تو یا بندر بن کر مرتا یا کسی سخت بلا میں مبتلا ہو جاتا۔ لیکن یہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرم ہے کہ مودودی جیسے دنیا میں بچ گئے لیکن ہمارا یقین ہے کہ مرنے کے بعد وہی حشر ہوا ہو گا جو دوسرے گستاخان نبوت کا ہوا۔ اس کی بیہودگی کا نمونہ ملاحظہ ہو کہ مذکورہ بالا بحث کو ختم کر کے آخر میں لکھا کہ "وہ پھر بیوی سے بڑھ کر شوہر کی زندگی، اس کے حالات اور اس کے خیالات کو کون جان سکتا ہے۔ اگر ان کے تجربہ میں پہلے سے یہ بات آئی ہوتی کہ میاں نبوت کے امیدوار ہیں اور ہر وقت فرشتے کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں تو ان کا جواب ہر گز وہ نہ ہوتا جو حضرت خدیجہؓ نے دیا، وہ کہتیں کہ میاں گھبراتے

کیوں ہو جس چیز کی مدتوں سے تمنا تھی وہ مل گئی چلو اب پیری کی دکان چمکاؤ میں بھی نذرانے سنبھالنے کی تیاری کرتی ہوں۔ (۴)

گویا مولوی صاحب کے نزدیک "نبوت... پیری کی دکان کے مترادف ہے۔

(سیرت سرور عالم ص۱۳۷ ج۲)

ناظرین! غور فرمائیے کیسی غلیظ اور غلط تعبیر ہے گویا نبوت رسمی پیری مریدی کی دکان ہے یا موجودہ دور کی غلط قسم کی وزارت ہے (انا للہ وانا الیہ راجعون)

قواعد تفسیر سے جہالت

مودودی کے متعلق سب جانتے ہیں کہ علوم عربیہ وفنون درسیہ سے محروم ہے اسی محرومی کی نحوست ہے کہ وہ نبوت وصحابیت وولایت کا گستاخ ہے ورنہ مفسرین کا مسلّم ضابطہ ہے کہ ایسے خطابات سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام مراد نہیں امتی مراد ہیں چنانچہ خازن مع مدارک ص۴۴۴ ج۳ و دیگر تفاسیر میں ہے۔

قال ابن عباس الخطاب فی الظاهر للنبی صلی الله علیه وسلم والمراد امته اهل دینه۔	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ خطاب بظاہر حضورؐ کو ہے، اس سے مراد آپ کی امت ہیں۔

فائدہ اس کے علاوہ بھی ایسے خطابات کے متعدد قواعد تفسیریہ ہیں جنہیں فقیر نے اپنی تصنیف احسن البیان جلد دوم میں اور ازالۃ المشتبہات فی الآیات المتشابہات میں ذکر کیا ہے لیکن مودودی و دیگر بد مذاہب کو قواعد تفسیریہ سے کیا غرض انہوں نے تو گستاخی اور بے ادبی کرنی ہے۔

آیت دوم کے جوابات

قرآن کریم کی جس دوسری آیت سے مودودی صاحب نے استدلال

کیا ہے وہ یہ ہے:

ماکنت تدری ما الکتاب ولا الایمان۔	تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہوتا ہے؛

جواب ۱: مودودی صاحب کے کہنے کے مطابق اس آیت کو اگر ظاہری معنی پر محمول کیا جائے تو لازم آئے گا کہ نزول قرآن سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم معاذ اللہ صاحب ایمان بھی نہ تھے کیونکہ جب آپ کو ایمان کا علم ہی نہ تھا تو آپ مومن کیسے ہو سکتے تھے اور یہ بارگاہ نبوت میں بے ادبی کی ایسی خفیف جسارت ہے جسے مودودی جیسوں کے علاوہ اور کوئی شخص نہیں کر سکتا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ علامہ آلوسی روح المعانی ص۵۸ ج۲۵ میں لکھتے ہیں کہ اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ بعثت سے پہلے انبیاء علیہم السلام مومن ہوتے ہیں۔

جواب ۲: مودودی نے یہاں بھی پہلی آیت کی طرح آدھی آیت لکھی ہے مکمل آیت میں پہلے لکھ آیا ہوں۔ مودودی نے آیت کا دوسرا حصہ ولکن جعلناه نوراً نهدی به الآیہ نہیں لکھا اس پر وہی تبصرہ ہو سکتا ہے جو فقیر نے آیت اُولیٰ کے جواب میں لکھا ہے۔

جواب ۳: مودودی اور اس جیسے دیگر بد مذاہب لفظی ترجمہ سے دھوکہ دیا ہے اس لیے کہ ماکنت تدری الخ کا لفظ آیت میں واقع ہے اس میں درایت کی نفی کی گئی ہے اور درایت کہتے ہیں قیاس اور اندازہ سے کسی چیز کے جاننے کو اس لحاظ سے آیت کا مطلب یہ ہے کہ نزول قرآن سے پہلے آپ ایمان اور کتاب کو قیاس اور اندازہ سے نہیں جانتے تھے یعنی آپ کو جو کچھ اس بارہ میں علم تھا وہ اللہ کا دیا ہوا علم تھا قیاس

اور اندازہ نہیں تھا.

آخری وار

بخاری شریف وغیرہ میں مشہور روایت ہے کہ غارِ حرا میں جب آپ پر اچانک وحی نازل ہوئی تو فرشتے نے آپ سے کہا ”اقرأ (پڑھ) تو آپ نے فرمایا ”ما انا بقاریٔ“ اسی طرح کئی بار ہوا بلکہ آپ کو بار بار جبرئیل علیہ السلام جھنجھوڑ کر اقرأ کہا تب بھی آپ نے فرمایا ما انا بقاریٔ“ اگر آپ کو پہلے سے علم ہوتا کہ میں نبی ہوں آپ کو کچھ علم ہوتا تو ما انا بقاریٔ“ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں بار بار نہ فرماتے وغیرہ وغیرہ۔

جواب ! یہ حدیث طویل ہے اس کے جوابات تفصیلی فقیر نے الفیض الجاری شرح البخاری میں عرض کیے ہیں، اجمالی جواب یہ ہے کہ غارِ حرا میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبادت الٰہی میں اتنا محو و مستغرق ہوئے کہ اب ماسویٰ اللہ کی طرف توجہ ہی نہ تھی بلکہ فنا فی اللہ کے اس مقام تک پہنچے کہ خود اپنی طرف بھی توجہ نہ رہی ورنہ اقرأ ایک آسان لفظ کے جواب میں پڑھنے کی نفی کرنے کا کیا معنیٰ۔ ہاں جب جبرائیل علیہ السلام اقرأ باسم ربک“ کہا تو آپ فوراً پڑھنے لگے کہ جس ذات کی محویت تھی اسی کا نام لیا جا رہا ہے تو اب متوجہ ہوئے

لطیفہ

مخالفین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی علم دشمنی میں ایسے بے باک واقع ہوئے کہ قرآن وحدیث کے معانی بدل دیتے ہیں چنانچہ اس حدیث شریف کے ”ما انا بقاریٔ“ میں سب نے ترجمہ لکھا میں پڑھا ہوا نہیں“ اور جب بھی حدیث ہذا بیان کرتے ہیں اسی طرح کا ترجمہ سناتے ہیں تجربہ کر لیں حالانکہ قاریٔ اسم فاعل ہے پڑھا ہوا نہیں) مفعول ہے فاعل و مفعول کے فرق نہ کرنے پر حضور علیہ السلام کی لاعلمی ثابت کر دکھاتے ہیں۔ اس

سے سمجھ لیں کہ انہیں حضور علیہ السلام کی دشمنی ہے۔

سوال !۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جبرائیل علیہ السلام کی پہلی آمد پر استغراق تھا تو پھر آپ بعد کو ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کے پاس تصدیق کرانے کے لیے کیوں گئے۔ معلوم ہوا کہ آپ کو تا حال نہ اپنی نبوت کی تحقیق ہے اور نہ ہی آپ کو علم ہے کہ آنے والے جبرائیل علیہ السلام یا کون۔

جواب !۔ اس کا اجمالی جواب گزشتہ اوراق میں گذر چکا ہے۔ تفصیلی جوابات شرح البخاری میں ہم نے درج کئے یہاں ایک الزامی دوسرا تحقیقی جواب ملاحظہ ہو۔

الزامی جواب

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ورقہ بن نوفل کے پاس جانا اس وجہ سے نہیں تھا کہ آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ آپ کے پاس آنے والا ”فرشتہ“ تھا اور یہ کہ وہ جبرائیل ہے اور جس کلام کو وہ لے کر آیا ہے وہ وحی الٰہی اور قرآن ہے۔ اور یہ کہ آپ اللہ کے نبی ہیں اور مقامِ بعثت پر فائز ہو چکے ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ قرآن کریم پانچ آیتیں نازل ہونے کے بعد بھی آپ کو پتہ نہ چلا کہ میں صاحب کتاب ہو گیا ہوں اور یہ قطعاً محال ہے۔

تحقیقی جواب

ورقہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لیے تشریف لے گئے تاکہ اہل کتاب عیسائی حضرات پر حجت قائم ہو سکے کہ بعثت کے بعد جس شخص نے سب سے آپ کی نبوت کو پہچانا۔ وہ ایک عیسائی عالم کی تصدیق عام اہل عرب کے ایمان لانے کے لیے راستہ ہموار ہو سکے۔

خلاصۃ البحث

لکھ پڑھ یا دیگر علوم و فنون یعنی جملہ علوم ما کان وما یکون حضور علیہ السلام کو اجمالی علم پیدائشی طور حاصل تھا اس کے بعد جوں جوں وقت گزرتا رہا اس کی تفصیل معرضِ وجود میں آتی رہی اور نبوت کا حصول چہل سال کے بعد غلط وہم صرف اور صرف مودودی کو ہے یا جاہل وہابیوں کو یا پھر بعض دیوبندیوں کو یہاں بحث کا موقعہ نہیں صرف دو حوالوں پر اکتفا کر کے تصنیف ہذا کو ختم کرتا ہوں ۔

(۱) سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے کہ حضور کو جبرائیلؑ کے وحی لانے سے پہلے قرآن مجید کا اجمالی علم حاصل تھا اور نبوت سے کے متعلق حضرت علامہ سید آلوسی لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا ہوتے ہی نبوت عطا ہوئی اور حضرت یحییٰ کو دو تین سال کی عمر میں نبوت عطائی فرمائی یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ وآتیناہ الحکم صبیا ۱۲/۱۹ تو جب حضرت یحییٰ کو کم سنی میں اور حضرت عیسیٰؑ کو پیدا ہوتے ہی نبوت مل سکتی ہے تو وہ کیونکہ پیدائش کے وقت نبوت سے محروم ہوں گے جو اس کے محبوب ہیں اور جس کے صدقہ سے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو نبوت عطا فرمائی ہے (روح المعانی ص۵۸ ج ۲۵)

(۲) امام ترمذی نے اپنی صحیح سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قالوا یا رسول اللہ متی وجبت لک النبوۃ قال وآدم بین الروح والجسد (ترمذی ص۵۱۹)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول! آپ کو نبوت کب ملی تھی فرمایا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے"

گھر کی گواہی

اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی نشر الطیب کی ابتداء

میں یہ ثابت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے وصف نبوت بلکہ ختم نبوت کا مرتبہ حاصل ہو چکا تھا البتہ نبوت کا ظہور حضور کی جسمانی پیدائش کے چالیس سال بعد ہوا ہے ۔

ازالہ وہم

بعض توحید کے مدعیوں نے نبوت دشمنی میں حدیث شریف مذکور کا یہ مطلب بیان کیا کہ حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں تھا کہ آپ کو نبی بنایا جائے گا لیکن ان عزیبوں کو وجبت کا سوالیہ لفظ یاد نہ رہا۔ اسے کہتے ہیں کہ ؎

جب خدا عقل لیتا ہے تو حماقت آ ہی جاتی ہے ۔

بہر حال ماننا پڑے گا کہ آپ وصف نبوت سے موصوف تھے تو جملہ علوم و فنون بھی حاصل تھے اسی لیے آپ کسی سے پڑھنے لکھنے کے محتاج نہ ہوئے اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کو ازل سے پڑھا لکھا بنایا اور ہماری خوش قسمتی کہ ایسا پڑھا لکھا محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں نصیب ہوا اسی لئے ہم بڑے فخر و ناز سے کہتے ہیں ؎

امی و دقیقہ دانِ عالم　　　بے سایہ و سائبانِ عالم

(صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم)

ھذا آخر مارقمہ قلم الفقیر القادری ابوالصالح

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

بہاولپور ——— پاکستان

۱۲ ج ۲ ۱۴۱۳ھ ۱۹ دسمبر ۱۹۹۲ء

فہرست رسالہ "پڑھا لکھا اُمّی"

رفع الفساد

فی

مخرج الظاء والضاد

ضاد کو ظاء پڑھنا بدعت ہے

حضرت شیخ التفسیر علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ

مکتبہ اویسیہ رضویہ ملتان روڈ بہاولپور